ماہنامہ

اهل السنة

Ahl Us Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

April 2023

اپریل ۲۰۲۳ء

اللہ کا رمضان اور بندوں کا رمضان

رمضان المبارک کا آخری عشرہ فضائل ومسائل

زکاۃ کے پیسوں سے اشیاءِ خوردنی (Foodkits) تقسیم کرنے کا حکم

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی

135

نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمٰن سنابلی

مسجد میں عورت کا اعتکاف

عورت کو اس کے شوہر کی جانب سے اگر اجازت ہو اور حالات و انتظامات ساز گار ہوں تو عورت کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنا جائز ہے۔

بلکہ مرد اور عورت دونوں کے لیے مسجد میں ہی اعتکاف کرنا سنت ہے، امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن بھی نبی ﷺ کے ساتھ مسجد میں ہی اعتکاف کیا کرتی تھیں اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی مسجد میں ہی اعتکاف کیا کرتی تھیں۔

اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

”أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَعْتَكِفُ العَشْرَ الأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ“

”نبی اکرم ﷺ اپنی زندگی کے آخر تک رمضان المبارک کے مکمل آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے رہے، پھر ان کے بعد نبی ﷺ کی ازواج مطہرات بھی اعتکاف کرتی رہیں“ [صحیح بخاری:٢٠٢٦، صحیح مسلم :١١٧٢]

صاحب عون المعبود کہتے ہیں:

اس حدیث میں دلیل ہے کہ اعتکاف کے بارے میں عورتیں بھی مردوں ہی کی طرح ہیں ان کا حکم بھی وہی ہے۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

مردوں اور عورتوں کے لئے اعتکاف کرنا سنت ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ زندگی کے آخر تک رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے، اور آپ ﷺ کی بعض ازواج مطہرات آپ کے ساتھ اعتکاف کرتی تھیں، اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔

واللہ اعلم

Ahlus Sunnah

Volume No.11, Issue No.135, April, 2023

ماہنامہ

اپریل ۲۰۲۳ء

جلد: ۱۱
شمارہ: ۱۳۵

فی شمارہ Rs. 40/-
سالانہ Rs. 400/-

اہل السنة
Ahlus Sunnah

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی — نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر : خلیل الرحمٰن سنابلی
رابطہ نمبر: 8291063765

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبید الرحمٰن مدنی ● شیخ نورالحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبرشپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No: 102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ● Andheri Link Road Branch

Add: Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اھل السنۃ

Ahlus Sunnah

اتباع الکتاب والسنۃ بفھم سلف الأمۃ

اللہ کا رمضان اور بندوں کا رمضان	رشید سمیع سلفی	05
رمضان المبارک کا آخری عشرہ فضائل ومسائل	ابوالفوزان کفایت اللہ السنابلی	07
زکاۃ کے پیسوں سے اشیاءِ خوردنی (foodkits) تقسیم کرنے کا حکم	ابواحمد کلیم الدین یوسف	14
وقف، معنیٰ ومفہوم - ایک تجزیاتی مطالعہ (قسط رابع)	محمد مبارک مدنی	16
تین طلاق اور صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما (سولہویں قسط)	کفایت اللہ سنابلی	22
نماز فجر چھوڑنے کے نقصانات	شفیق احمد ابن محمد عدیل محمدی	31
دولتِ دنیا اور علمائے دین	ممتاز احمد سلفی	35
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا	محمد محبّ اللہ المحمدی	41
اُن ثقہ رواۃ کا تذکرہ جن کی توثیق امام دارقطنی رحمہ اللہ نے (قسط رابع)	حافظ اکبر علی اختر علی سلفی	46

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

اللہ کا رمضان اور بندوں کا رمضان

رشید سمیع سلفی

اپریل کا شمارہ آپ کے دست مبارک میں ہوگا اور آپ ماہ رمضان کے خوبصورت اور نشاط انگیز لمحوں سے لطف اندوز ہورہے ہونگے، آپ ہونگے اور رمضان ہوگا، لمحہ بہ لمحہ چڑھتا فضائل کا دریا ہوگا، رفتہ رفتہ امڈتی سرور کی موجیں ہونگیں، بل کھاتی رنگ ونور کی لہریں ہونگیں، رمضان تک پہنچنے کا مطلب نصیبہ ایک بار پھر رنگ لایا ہے اور قدرت ایک بار پھر مہربان ہوئی ہے، آمد رمضان کا سن کر دل مومنانہ جذبات سے لبریز ہوجاتے ہیں، گلستان ایمان پر بہار آجاتی ہے، شوق عبادت دوآتشہ سے سہ آتشہ ہوجاتا ہے، بدنصیب ہیں وہ جو رمضان کی آمد پر سوگوار ہوجاتے ہیں، ان کی زندگی میں صف ماتم بچھ جاتی ہے، چہرے لٹک جاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو وقت سے پہلے عید کے چاند کے متلاشی ہوتے ہیں، رمضان شروع ہونے سے پہلے اس کے اختتام کے منتظر ہوتے ہیں، ایک ایک روزہ گن گن کر گزارتے ہیں، دینداروں کو کوستے ہیں جو رمضان کی آمد پر بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں۔

رمضان صرف خالی خولی عبادات کی گہما گہمی اور مخصوص حالات کی ہماہمی کا نام نہیں ہے، یہ ایک عظیم مقصد اور غیر معمولی ہدف کا حامل ہے، یہی مقصد اور ہدف دراصل رمضان کا نشان امتیاز ہے، وہ مقصد روزہ داروں میں تقوی وخدا ترسی کی تخم ریزی ہے، اخلاص وللہیت کا فروغ ہے، رمضان اس مقصد عظیم کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے، ایک مومن بھوک اور پیاس کی شدتوں سے گزرتا ہے اور اس کے دل وضمیر میں صبر کا جذبہ طاقتور ہوتا جاتا ہے، وہ نمازوں کا اہتمام کرتا ہے، وہ رجوع الی اللہ کا خوگر ہوجاتا ہے، اس کی روح قرآن کے بحر ناپیدا کنار میں غوطے لگاتی ہے اور تعلق باللہ کا سرا اس کے ہاتھ میں آجاتا ہے، وہ تراویح کی روح پرور صداؤں سے سرشار ہوتا ہے اور اس کے وجود کا ایک ایک ریشہ ایمان وتوحید سے منسلک ہوجاتا ہے، وہ صدقہ وخیرات کے ذریعہ غرباء ومساکین کی اشک شوئی کرتا ہے اور اس کے دل ودماغ انسانیت کا درد آشنا بن جاتے ہیں، بے شک تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ رمضان...... لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ رمضان کو یہ موقع ہم نے دیا نہیں کہ یہ ہم پر اپنا تجربہ آزمائے، ہمارے وجود کو نئی تبدیلیوں سے روشناس کرے، ہمارے دل ودماغ کا قلب ماہیت کرے، دراصل رمضان کے ہم تابع نہیں بلکہ رمضان ہمارے تابع ہوکر رہ گیا ہے، ہم نے اس رمضان کے متوازی ایک دوسرا رمضان دریافت کرلیا ہے، جس میں ہماری اپنی خواہشات کا دخل ہے، جس میں ہماری ترجیحات چلن ہے، یہ رمضان ہمارے لیے سہولیات رکھتا ہے، یہ ہماری طبعیتوں کا خیال کرتا ہے، ذرا غور سے رمضان کی لائف سٹائل پر غور کریں، کیا یہ سچ نہیں کہ رمضان کھانے اور سونے کا مہینہ بنالیا گیا ہے، سحری اور فجر کے بعد روزہ دار ایک پوری رات کی نیند لیتا ہے، کتنے ہیں جو ظہر تک نرم گداز بستروں میں اپنا روزہ گزار رہے ہوتے ہیں، کتنے ہیں جو ظہر کی نماز

کے بعد بھی قیلولہ کے نام پر روزے میں ایک اور نیند کا اضافہ کر لیتے ہیں، پھر عصر کے بعد پر تکلف افطار کے لیے سرگرمی شروع ہوجاتی ہے، دسترخوان کو انواع واقسام کی نعمتوں سے بار کردیا جاتا ہے، کوشش کی جاتی ہے کہ مارکیٹ کی کسی بھی شئی سے دسترخوان کا طول وعرض خالی نہ ہو، لذت کام ودہن کا سلسلہ افطار پر اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ تراویح کے بعد بھی ذائقوں کی تلاش جاری رہتی ہے، کبھی کبھار تو اولوالعزمان دانشمند مختلف ڈشوں کا مزہ لینے کے لیے سفر بھی کرتے ہیں، اس سفر میں کھانے کے ساتھ سیر وتفریح کا بھی پروگرام ہوتا ہے، رات تو اپنی ہوتی ہے، نیند کے ہرجانے کی کسر دن میں سود سمیت وصول کرلی جاتی ہے، خواتین نے بھی الگ طرح کی مصروفیات میں خود کو الجھالیا ہوتا ہے، کچن میدان جنگ میں تبدیل ہوجاتا ہے، ظہر کے بعد سے ہی ہلچل شروع ہوجاتی ہے، نئی نئی پکوان کے تجربے کئے جاتے ہیں، کتابوں اور ٹی وی چینلز سے مدد لی جاتی ہے، مشکلات کی صورت میں ماہر خواتین سے رابطہ بھی کیا جاتا ہے، پھر کیا ہے؟ فون چالو کر کے ہدایات وصول کی جاتی ہیں، ہار بالکل نہیں مانی جاتی ہے، جیسے تیسے مطلوبہ ڈش تیار کرلی جاتی ہے، بعض خواتین کے ہاتھوں پر رمضانی مصروفیات نشانات بھی چھوڑ جاتے ہیں۔

وہ آخری عشرہ جس میں رمضان کی برکتیں عروج پر ہوتی ہیں، وہ عید کی خریداری کی نذر ہوجاتا ہے، ایک دن میں شاپنگ کا عمل پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا ہے، ہم نے تکلفات اتنے بڑھالئے ہیں کہ شاپنگ کئی دنوں تک طول کھینچتی ہے، معیار کو مئنٹین کرنے کے لیے سب گوارہ کرلیا جاتا ہے، ایک سیٹ جوڑے کے لیے کئی بار مارکیٹ جانا اور کئی دکانوں کے چکر لگانا معمول بن چکا ہے، ہم خریداری کے گہما گہمی میں مصروف ہوتے ہیں اور آخری عشرہ ہم پر ہنس رہا ہوتا ہے، لیلۃ القدر بھی عبادت کم انٹرٹینمنٹ زیادہ ہوگئی ہے، عبادت وبندگی کا جذبہ لمبی نیند سو رہا ہوتا ہے اور بازار کے شور میں ہمارے ضمیر کی آواز کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، شب قدر بھی مومنوں کی سردمہری پر ماتم کناں ہوتی ہے، صرف جاگنے اور نہ سونے کو لیلۃ القدر سمجھ لیا گیا ہے، چند ثانیے مسجد میں گزارنے کے بعد سیر وتفریح اور لذت کام ودہن کا دور شروع ہوتا ہے، ہوٹلوں اور ڈھابوں کے احاطے میں خلق کثیر جمع ہوچکی ہوتی ہے، نوکروں اور ورکروں کی سروس رمضانی مومنوں کے ڈیمانڈ کے سامنے سست پڑجاتی ہے، ساحل سمندر کی خنک ہواؤں سے ایمان تازہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، رمضان انہی شب وروز میں اختتام پذیر ہوجاتا ہے، ہلال عید کے ساتھ نیکیوں کا بہتا دریا تھم سا جاتا ہے اور زندگی رمضانی تکلفات کی تمام بیڑیوں سے خود کو آزاد کرلیتی ہے، ایک بار پھر انسانی وجود پر جمود وتعطل اور غفلت کی کہر چھا جاتی ہے، یہی ہر سال رمضان کی کہانی ہے کیونکہ ہم اللہ کے نازل کردہ رمضان نہیں اپنے خود ساختہ رمضان کی پیروی کررہے ہوتے ہیں، اپنے ایجاد کردہ روزے رکھ رہے ہوتے ہیں، اپنے طریقے سے عمل وعبادت انجام دے رہے ہوتے ہیں، اس لئے رمضان کی بے پایاں برکات وثمرات سے محروم رہتے ہیں، صالح انقلاب ہمارے دروازے پر دستک دے کر رخصت ہوجاتا ہے، رمضان بھی ایک موسمی چکر کی طرح پابندی سے آتا اور جاتا رہتا ہے لیکن زندگی پر چھائی ہوئی خزاں دور نہیں ہوتی، روح پر اٹی ہوئی گرد صاف نہیں ہوتی، کمھلایا ہوا تقویٰ زور آور نہیں ہوتا، ہماری لائف سٹائل آگے نکل جاتی ہے اور ''لعلکم تتقون'' کا خواب تشنۂ تکمیل رہ جاتا ہے۔

رمضان المبارک کا آخری عشرہ فضائل ومسائل

ابوالفوزان کفایت اللہ السنابلی

عشرۂ اخیرہ کے فضائل:

پورے عشرۂ اخیرہ کی فضیلت:

رمضان المبارک کا پورا مہینہ خیر و برکت اور فضل وشرف کا مہینہ ہے مگر اس کے آخری دس دن خصوصیت کے ساتھ بڑے ہی فضل وشرف اور برکت وفضیلت والے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ ان آخری دس دنوں کو خصوصی اہمیت دیتے تھے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ثابت ہے:

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ ﷺ جس قدر محنت رمضان میں فرماتے اتنی دوسرے مہینوں میں نہ کرتے تھے اور رمضان کے آخری عشرہ میں جتنی کوشش فرماتے تھے رمضان کے اور دوسرے دنوں میں نہ کرتے تھے۔[صحیح مسلم :۱۱۷۵]

اس عشرہ کی فضیلت ہی کے پیش نظر آپ ﷺ نے اس پورے عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے اور شب و روز مسجد میں گوشہ نشین ہوکر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ بعض علماء کہتے ہیں رمضان کا یہ آخری عشرہ سال کے تمام دنوں میں سب سے افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عشرۂ ذی الحجہ کو چھوڑ کر باقی تمام دنوں میں یہ عشرہ سب سے افضل ہے اور بعض نے تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ دونوں عشرے فضیلت و برکت والے ہیں لیکن عشرۂ رمضان کی راتیں عشرۂ ذی الحجہ کی راتوں سے افضل ہیں اور عشرۂ ذی الحجہ کے دن عشرۂ رمضان کے دنوں سے افضل ہیں۔[مجموع الفتاوی :۲۵/ ۲۸۷،۲۸۸،۲۸۹]

طاق راتوں کی فضیلت:

جس طرح اللہ کے نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کو خاص اہمیت دیتے تھے اسی طرح اس عشرہ کی خصوصاً طاق راتوں کو کچھ زیادہ ہی بابرکت اور قیمتی بتلاتے تھے ان میں ذکر وعبادت کا بطور خاص حکم دیتے اور فرماتے کہ شب قدر جیسی بابرکت اور افضیلت والی رات کو انہیں طاق راتوں میں تلاش کرو۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو‘‘ [صحیح بخاری:۲۰۱۷]

صحابی رسول ﷺ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’شب قدر رمضان کی اکیسویں یا

تیئسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا آخری رات میں تلاش کرو۔[سنن ترمذی: ۷۹۱، بسند صحیح]

شبِ قدر کی فضیلت:

شبِ قدر بڑی ہی بابرکت اور فضیلت والی رات ہے۔ اس کی کئی خصوصیات ہیں:

(۱) اس کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اسی مقدس رات میں قرآن کریم کا نزول ہوا جو اللہ کی آخری کتاب اور انسانیت کے لیے تا قیامت رشد و ہدایت کا منبع اور مکمل دستورِ حیات ہے۔

(۲) اس رات کی عظمت و فضیلت اس قدر ہے کہ اس کی تہہ تک مخلوق کی پوری رسائی نہیں ہوسکتی اس کا صحیح اور مکمل علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

(۳) اس رات کی عبادت ہزار مہینوں (۸۳ سال ۴ ماہ) کی عبادت سے بہتر ہے۔

(۴) اس رات فرشتے اور جبرئیل علیہ السلام زمین پر نازل ہوتے ہیں۔

(۵) یہ رات سراسر سلامتی والی ہوتی ہے۔

(۶) یہ بڑی برکت والی رات ہے۔

(۷) اس رات میں ہر مخلوق کے سال بھر کی قسمت کے فیصلے صادر ہوتے ہیں۔

(۸) اس رات میں ایمان و احتساب کے ساتھ قیام کرنے والے کے پچھلے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔

(۹) اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہنے والا شخص بڑا ہی نامراد اور بدقسمت ہے۔ ملاحظہ ہوں ان چیزں کے دلائل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل فرمایا۔ تمہیں کیا معلوم شب قدر کیا ہے؟ شب قدر (کی عبادت) ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں (ہر کام) کے سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرئیل) اترتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے'' [القدر:۹۷]

دوسری جگہ اللہ کا ارشاد ہے: ''حم'' قسم ہے کتابِ مبین کی، بے شک ہم نے اسے بڑی بابرکت رات میں نازل کیا ہے، بے شک ہم لوگوں کو ڈرانے والے ہیں، اسی رات میں ہر امر کا حکیمانہ فیصلہ صادر ہوتا ہے'' [الدخان: ۱-٤]

صحابیِ رسول ﷺ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے شب قدر میں ایمان اور اجر و ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں'' [صحیح بخاری: ۱۹۰۱]

صحابی رسول ﷺ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رمضان کی آمد کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''یہ مبارک مہینہ تمہیں حاصل ہو رہا ہے اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس رات سے محروم ہو گیا تو

وہ ہر خیر سے محروم رہا اور محروم (بدقسمت) شخص ہی اس رات کے خیر سے محروم ہوسکتا ہے۔ [صحيح ابن ماجه: ١٣٣٣]

عشرۂ اخیرہ کے اعمال :

پورے عشرہ کے اعمال:

عام عبادات: عشرۂ اخیرہ کی فضیلت میں بخاری کے حوالے سے اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی جا چکی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ ﷺ کے دیگر ایام کی نسبت عبادات اور ذکر الٰہی میں زیادہ محنت کرتے تھے اور دن کے اکثر اوقات میں بالکل چاق وچوبند رہتے تھے اس حدیث میں جس محنت وکوشش کا ذکر ہے اس میں ہر طرح کی عبادات شامل ہیں۔ مثلاً نمازیں، صدقہ وخیرات، تلاوت قرآن، ذکر واذکار، دعا واستغفار، تسبیح وتہلیل، تکبیر وتحمید، صلوٰۃ وسلام، احسان وہمدردی، اطاعت وفرماں برداری، دعوت وتذکیر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ۔ اس عشرہ میں اللہ کے نبی ﷺ خود بھی عبادت کرتے اور اپنی بیویوں کو بھی عبادت پر ابھارتے تھے۔

اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کرتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آجاتا تو آپ ﷺ عبادت کے لئے اپنی کمر کس لیتے راتوں کو جاگتے اور اپنی بیویوں کو بھی جگاتے تھے۔ [صحيح بخارى: ٢٠٢٤]

اعتکاف: عشرۂ اخیرہ کی خاص عبادت اعتکاف ہے آپ ﷺ ہر رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے اور دن رات عبادت وریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے پوری زندگی اس کا اہتمام کیا۔ [صحيح بخارى: ٢٠٢٦]

اعتکاف کے مختصر مسائل یہ ہیں:

(أ) اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔ یہ مرد وعورت سب کے لئے مشروع ہے۔

(ب) اعتکاف کے ارکان دو ہیں: (۱) تقرب الٰہی کی نیت (۲) مسجد میں ٹھہرنا

(ج) اعتکاف کو باطل کرنے والے امور تین ہیں: (۱) بلاضرورت قصداً مسجد سے باہر نکلنا (۲) عقل کا زائل ہوتا (۳) حیض ونفاس یا جماع سے دوچار ہونا۔

(د) اعتکاف کی شرطیں چار ہیں: (۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل ہوتا سن تمیز یعنی کم از کم سات سال کی عمر کا ہونا (۳) جنابت اور حیض ونفاس سے پاک ہونا۔

(ہ) حالت اعتکاف میں اعتکاف کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے اوقات کو اللہ کی عبادت میں گزارے، فرائض کے ساتھ ساتھ اپنا زیادہ تر وقت نفلی نماز وتلاوت قرآن تسبیح وتہلیل، تکبیر وتحمید، ذکر واذکار، صلوٰۃ وسلام، توبہ استغفار اور انابت الی اللہ میں گزارے۔

(و) حالت اعتکاف میں ناجائز اور ممنوع امور یہ ہیں: (۱) جماع اور اس کے مقدمات (۲) مریض کی عیادت (۳) جنازہ میں شرکت (۴) بلاضرورت خاص قصداً مسجد سے نکلنا (۵) لایعنی قول وفعل، لہو ولعب اور کثرت کلام (۶) لڑائی جھگڑا، گالی گلوج اور جملہ منکرات (۷) خرید وفروخت اور صنعت وحرفت کے ذریعہ کمائی۔

(ذ) حالت اعتکاف میں جائز اور مباح امور یہ ہیں: (۱) اشد ضرورت کے تحت مسجد سے نکلنا (۲) مسجد میں آنے والے زائرین سے گفتگو کرنا اور ان کو بھیجنے کے لئے مسجد کے دروازہ تک جانا (۳) بالوں کو کنگھی کرنا، سر دھلنا، ناخن وغیرہ تراشنا، خوشبو وغیرہ استعمال کرنا، اچھے کپڑے پہننا (۴) بغیر شہوت کے بیوی کو چھونا (۵) بوقت ضرورت وعظ ونصیحت کرنا (۶) گزرتے ہوئے مریضوں کا حال پوچھنا (۷) استحاضہ اور سلسل البول کی بیماری میں اعتکاف برقرار رکھنا۔ (قرآنی آیات وکتب ستہ کی متعدد احادیث صحیحہ، تفصیل کے لئے دیکھئے مسائل اعتکاف از شمیم احمد خلیل السّلفی)

صدقۃ الفطر: رمضان کے آخری عشرہ میں صدقۃ الفطر کا نکالنا بھی واجب ہے اس کی ادائیگی کا وقت صلوٰۃ عید سے قبل ہے خواہ عید کے دن نکالیں یا عید سے ایک دن قبل یا دو دن قبل یا تین دن قبل نکالیں۔ [صحیح بخاری: ١٥١١، فتح الباری: ٤٨٠/٣]

اور اگر کوئی شخص بغیر صدقۃ الفطر نکالے عید کی نماز پڑھ لے تو اس کے لئے صدقۃ الفطر معاف نہیں ہو جائے گا۔ بلکہ عید کے بعد بھی اس کے ذمہ صدقۃ الفطر ادا کرنا واجب ہوگا یہ اور بات ہے کہ اس کا ثواب کافی حد تک کم ہو جائے گا۔ علامہ سید سابق فرماتے ہیں:

”واتفقت الائمة علىٰ أن زكاة الفطر لا تسقط بالتاخر بعد الوجوب بل تصير دينا . فى ذمة من لزمته حتى تؤدى و لو فى آخر العمر“

”یعنی ائمہ کا اتفاق ہے کہ وجوب کے بعد تاخیر کی وجہ سے صدقۃ الفطر ساقط نہیں ہوگا بلکہ جس کے اوپر وہ لازم ہے اس پر ادا کرنے تک قرض ہوگا خواہ آخری عمر میں ادا کر لے“ [فقه السنة]

صدقۃ الفطر کے مختصر احکام ومسائل یہ ہیں:

(۱) صدقۃ الفطر عید الفطر کے آنے کی وجہ سے فرض ہوتا ہے اسی لیے اس کا نام صدقۃ الفطر رکھا گیا ہے۔ اس کی فرضیت ۲ھ ماہِ رمضان میں عید سے دو دن قبل ہوئی۔ [مرعاة: ١٨٦/٦]

(۲) صدقۃ الفطر ہر مرد وعورت، چھوٹے بڑے، امیر وغریب یتیم ومسکین، آزاد اور غلام مسلمان پر فرض ہے۔

بشرطیکہ ان کے پاس ایک روز (صبح وشام) کے کھانے سے زائد مال ہو۔ اس میں نصاب کی شرط نہیں ہے، اس کی ادائیگی گھر کے مالک اور سرپرست کے ذمہ ہے۔[صحیح بخاری:٥١٠٣، و دارقطنی: ٢٢٠ بسند صحیح]

(٣) احادیث میں اس کی دو حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک روزہ کی حالت میں روزہ دار سے جو لغو اور فحش باتیں ہو جاتی ہیں ان کی تطہیر اور صفائی، دوسری فقراء اور مساکین کے ساتھ تعاون اور ان کے لیے کھانے کا انتظام۔[سنن ابی داؤد: ١٦٠٩، بسند حسن]

(٤) صدقۃ الفطر ایک صاع حجازی (تقریباً ڈھائی کلو) نکالنا واجب ہے اسے اپنے صاف ستھرے اور عام کھانوں میں سے نکالنا چاہئے۔ احادیث وآثار میں جو، کھجور، پنیر اور کشمش وغیرہ کا تذکرہ ہے تاہم اس کے قائم مقام دیگر غذائی اشیاء مثلاً چاول وغیرہ بھی نکال سکتے ہیں غذائی اشیاء کی جگہ قیمت ادا کرنا درست نہیں ہے[1] مگر یہ کہ کوئی سخت مجبوری اور شدید عذر ہو۔[صحیح بخاری: ١٥٠٦، مرعاۃ:٢٠١/٦]

(٥) صدقۃ الفطر صرف فقراء ومساکین ہی کا حق ہے لہٰذا انہیں چھوڑ کر دوسرے مدوں میں یہ صدقہ صرف کرنا درست نہیں۔

طاق راتوں کے اعمال:

عام عبادات: رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اللہ کے نبی ﷺ نے بطور خاص عبادت کی تاکید کی ہے اور فرمایا ہے کہ شب قدر جیسی بابرکت رات انہیں راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوسکتی ہے۔

اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو'' [صحیح بخاری:٢٠١٧]

صحابیِ رسول ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو، اکیسویں رات میں، تیئیسویں رات میں، پچیسویں رات میں'' [صحیح بخاری:٢٠٢١]

صحابیِ رسول ﷺ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شب قدر اکیسویں میں یا تیئیسویں میں یا پچیسویں میں یا ستائیسویں میں آخری رات میں تلاش کرو'' [ترمذی: ٧٩١، بسند صحیح]

ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ طاق راتوں میں بطور خاص عبادت کا حکم اس لیے ہے تاکہ شب قدر جیسی بابرکت رات حاصل ہو جائے۔ لہٰذا ان راتوں میں وہی عبادت مشروع ہے جو شب قدر کی عبادت ہے اور شب قدر کی عبادت سے عام عبادات مراد ہیں۔ چنانچہ ''**لیلۃ القدر خیر من الف شھر**'' کی تفسیر میں علماء کرام نے یہی کہا ہے کہ

(١) یہ ہمارا قدیم موقف تھا بعد میں ہمارے نزدیک یہی بات راجح قرار پائی کہ قیمت ادا کرنا درست ہے۔ (کفایت اللہ سنابلی)

شب قدر کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔یعنی عبادت کو عام رکھا ہے اسی طرح صحابی رسول نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث: ''لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَھْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَیْرَھَا فَقَدْ حُرِمَ''[صحیح ابن ماجہ :۱۳۳۳] میں ''خیر'' عام ہے جو تمام نیکیوں اور عبادتوں کو شامل ہے۔لہٰذا ان راتوں میں ہر قسم کی عبادتیں انجام دی جاسکتی ہیں۔مثلاً نمازیں، دعائیں، ذکرواذکار توبہ واستغفار، تلاوت قرآن اور وعظ ونصیحت وغیرہ۔

قیام اللیل (رات کی نماز)

طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرتے ہوئے ہر قسم کی عبادتیں انجام دی جاسکتی ہیں۔تاہم ان میں قیام (نمازیں) ادا کرنے کی بطور خاص ترغیب دلائی گئی ہے۔

صحابیِ رسول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور اجر وثواب کی نیت سے قیام کرے گا اس کے پچھلے گناہ معاف کردئے جائیں گے''۔[صحیح بخاری:۱۹۰۱]

اور درج ذیل دو حدیثوں پر عمل کرلیا جائے تو تھوڑی سی عبادت سے بھی پوری رات کے قیام کا ثواب مل سکتا ہے۔

صحابیِ رسول ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے (رمضان میں) امام کے واپس ہونے تک امام کے ساتھ قیام کیا (یعنی نماز تراویح باجماعت ادا کی) اس کے لئے ساری رات قیام کا ثواب لکھا جائے گا۔[ترمذی:۸۰۳سند صحیح]

صحابیِ رسول عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی اس نے گویا آدھی رات قیام کیا اور جس نے (نماز عشاء باجماعت ادا کرنے کے بعد) فجر کی نماز باجماعت ادا کی اس نے گویا ساری رات قیام کیا۔[صحیح مسلم]

دعاء شب قدر:

طاق راتوں میں سے کسی ایک میں شب قدر کا ہونا لازم ہے لہٰذا ان میں شب قدر کی مخصوص دعا پڑھتے رہنا چاہئے جس کا بیان اس حدیث میں ہے:

اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا اگر میں شب قدر پالوں تو کون سی دعا پڑھوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہو:

''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی''

''اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنا پسند کرتا ہے، لہٰذا مجھے معاف فرما''[سنن ترمذی:بسند صحیح]

شب قدر کے اعمال:

شب قدر کوئی مخصوص رات نہیں ہے بلکہ یہ طاق راتوں ہی میں سے کوئی ایک رات ہے لہٰذا اس کے اعمال بھی وہی ہیں جو طاق راتوں کے اعمال ہیں۔

عشرۂ اخیرہ کی بدعات:

رمضان المبارک کے آخری عشرہ سے متعلق بہت سی بدعات وخرافات ایجاد کر لی گئی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) بعض مسلمان اس عشرہ کے آخری جمعہ کو ''جمعۃ الوداع'' یا جمعۃ الیتیمہ'' کا نام دیتے ہیں اور اس کے مخصوص فضائل بیان کرتے ہیں بلکہ اس جمعہ کے خطبہ کے دوران بعض مخصوص اعمال بھی انجام دیتے ہیں مثلاً چند کاغذوں پر کچھ خود ساختہ دعائیں لکھتے ہیں جن کا بعض حصہ شرک وکفر پر مشتمل ہوتا ہے۔ اسے ''حفائظ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ اور ائمہ حضرات بھی اس آخری جمعہ کے خطبہ میں اس جمعہ کے فراق پر رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں خود ساختہ دعائیں کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔ کتاب وسنت میں اس آخری جمعہ سے متعلق ایسی کوئی چیز منقول نہیں۔ دیکھیں :[البدع الحوالية :ص :٣٣٧]

(۲) بعض حضرات ماہ رمضان کے (اختتام کے) پانچ دن قبل یا تین دن قبل الوداعی محفل سجاتے ہیں جس میں رمضان المبارک کو الوداع کہتے ہیں اس محفل میں بہت سی خرافات انجام دی جاتی ہیں مثلاً نظم خوانی ہوتی ہے، قوالیاں ہوتی ہیں، چیخ وپکار بلند ہوتی ہے، مساجد کی حرمتیں پامال ہوتی ہیں وغیرہ وغیرہ[البدع الحولية :ص:٣٣٧]

(۳) رمضان کے آخری عشرہ میں جس رات تراویح میں قرآن ختم ہوتا ہے اس رات میں بھی کچھ مخصوص بدعات ایجاد کر لی گئی ہیں چنانچہ بعض لوگ اس رات کو تراویح کی آخری رکعت میں تمام قرآنی دعاؤں کو یکجا کر کے پڑھتے ہیں۔ اسی طرح سجدوں والی آیات، تہلیل والی آیات اور مزعومہ حرس والی آیات بھی یکجا کر کے پڑھی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس رات مسجدیں بے حد سجائی جاتی ہیں، خوب چراغاں کیا جاتا ہے، طرح طرح کے پکوان تیار کئے جاتے ہیں، عجیب وغریب رسمیں ادا کی جاتی ہیں، خوب شور وغوغا اور ہنگامہ آرائی کا ماحول ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی بدعات ہیں جو اس عشرہ میں انجام دی جاتی ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:[البدع الحولية: ص: ٣٢٥-٣٤٠]

☆☆☆

زکاۃ کے پیسوں سے اشیاء خوردنی (foodkits) تقسیم کرنے کا حکم

ابواحمد کلیم الدین یوسف جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

زکاۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے، جسے معاشرے کے غریب، محتاج، ضرورت منداور پریشان حال لوگوں کے تعاون کے لیے فرض کیا گیا ہے، زکاۃ کا مال کہاں خرچ کرنا ہے اور کس قسم کے لوگوں کو دینا ہے اس کی رہنمائی سورہ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ میں کی گئی ہے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ خود سے اپنی زکاۃ غریبوں کے درمیان تقسیم نہیں کر سکتے، ایسی صورت میں وہ کسی کو اپنا نائب بنا دیتے ہیں تاکہ وہ زکاۃ کا مال غریبوں اور فقراء تک پہنچا دے، اس نائب کی ذمہ داری یہی ہے کہ وہ اس مال کو فقراء ومحتاجین تک ویسے ہی پہنچا دے جیسے اسے دیا گیا ہے، اس میں کوئی تصرف نہ کرے، مثال کے طور پر: کسی نے ایک شخص کو ۱۰۰۰۰ زکاۃ کے روپے دیئے کہ وہ غریبوں کے درمیان تقسیم کردے، اب اس کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ غریبوں میں روپیہ ہی تقسیم کرے، اپنی صواب دید سے چاول، گیہوں، آٹا، تیل، چینی، مصالحہ اور دیگر اشیاء خوردنی خرید کر غریبوں کو نہ دے، کیونکہ زکاۃ کا مال صرف غریبوں کی ملکیت ہے اور ان غریبوں سے پوچھے بنا ان کی ملکیت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے، نیز ان غریبوں کو پتہ ہے کہ ان کی مصلحت کھانے پینے کی چیز خریدنے میں ہے یا پھر دوسری چیزوں میں؟

امام بقاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''زکاۃ غریبوں کے ہاتھوں میں دینا چاہیے، فقراء ومساکین اپنی مرضی سے جیسے چاہیں اس زکاۃ کے مال کو خرچ کریں یا اس میں تصرف کریں'' [نظم الدرر :۵۰۰/۸]

امام مرداوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''زکاۃ کا مال غریبوں کی ملکیت میں تحویل کرنا شرط ہے، زکاۃ کے مال سے انہیں کھانا وغیرہ کھلانا جائز نہیں'' [الإنصاف:۲۳٤/۳]

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زکاۃ دینے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ زکاۃ کے پیسے فقراء اور مساکین کے ہاتھ میں دیئے جائیں، وہ جیسے چاہیں زکاۃ کے پیسوں کا استعمال کریں، ان پیسوں سے فقیروں کی دوسری ضروریات پوری کرنا جائز نہیں ہے اور یہی بات کتاب وسنت کے نصوص سے ثابت ہوتی ہے۔

https://youtu.be/zP7rjq9-Qes

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا زکاۃ کے مال سے فقراء ومساکین کو ماہِ رمضان میں افطار کروایا جاسکتا ہے؟

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے جواب دیا: زکاۃ کے مال سے فقراء ومساکین کوافطار کروانا جائز نہیں ہے، بلکہ زکاۃ کا مال فقراءاور مساکین کودیناواجب ہے، وہ اپنی ضرورت ومصلحت کے مطابق زکاۃ کا مال استعمال کریں گے، ہر صورت میں فقراء ومساکین کوزکاۃ کا مال ہی دیناہے، ان کی مرضی ہے وہ اپنے مال کو جہاں چاہیں خرچ کریں (زکاۃ کے مال سے کھانے پینے کی اشیاء یادیگر چیزیں خرید کر دینا جائز نہیں) جیسا کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾[التوبة:٦٠]

"(للفقراء" میں لام تملیک کے لیے ہے، یعنی زکاۃ کا مال ان فقراء کی ملکیت ہے (دوسرے لوگ ان کے مال میں بایں طور تصرف نہیں کر سکتے)[لقاء الباب المفتوح: ٥٠، ص: ١٤]

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا: کیا زکاۃ کے پیسوں سے اشیاء خوردنی خرید کر غریبوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے؟

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے کہا: ایسا کرنا جائز نہیں ہے، غریبوں کو پیسہ ہی دیا جائے گا، (ان پیسوں سے دوسری چیز خرید کر نہیں دی جائے گی)[اللقاء الشهري: ٣٤/٤١]

ایک مقام پر شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا: پیسوں کی زکاۃ صرف پیسوں میں ہی نکالی جائے گی، ان پیسوں سے دوسری چیزیں خرید کر فقراء ومساکین کو دینا جائز نہیں ہے، اگر خود فقراء ومساکین کسی کو اپنا وکیل یا نائب بنا کر انہیں اپنے زکاۃ کے پیسے دے کر کوئی دوسری چیز خریدنے کے لیے کہیں تو ایسا کرنا جائز ہے۔[مجموع فتاوىٰ ورسائل ابن عثيمين :٣٠٣/١٨]

محترم قارئین! مندرجہ بالاسطور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زکاۃ کا مال فقراء ومساکین کا ہے، ان سے پوچھے بنا اس میں تصرف کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے، کیونکہ شریعت نے زکاۃ کے مال کا حقدار فقراء ومساکین کو بنایا ہے اور کسی کے مال میں اس کی مرضی کے بنا کسی بھی قسم کا تصرف جائز نہیں ہے۔

نیز جس طرح زکاۃ نکالنے والوں کے پاس سمجھ اور فہم ہے اسی طرح زکاۃ لینے والوں کے پاس بھی سمجھ اور فہم ہے، جس طرح زکاۃ نکالنے والا اپنی ضرورت اور مصلحت کو خود بہتر جانتا ہے اسی طرح زکاۃ لینے والے فقراء ومساکین بھی اپنی مصلحت وضرورت کو دوسرے کے مقابلے میں بہتر طور پر جانتے ہیں، اس لیے زکاۃ کا مال فقراء ومساکین کے ہاتھ میں ہی دیا جائے، نہ کہ زکاۃ کے پیسوں سے دیگر اشیاء خرید کر ان غریبوں کو تھما دیا جائے۔

بعض علماءِ کرام نے بعض فقراء ومساکین کی مصلحت کے پیش نظر زکاۃ کے مال سے ان کی ضرورت کی چیزیں خرید کر انہیں دینے کی اجازت دی ہے، جیسے: کوئی فقیر پاگل ہو، یا کم عقل ہو، یا پیسے خرچ کرنے کا طریقہ نہیں جانتا ہو تو اس قسم کے فقراء و مساکین کے لیے زکاۃ کے پیسوں سے ان کی ضرورت کی چیزیں خریدی جاسکتی ہیں۔[مجلة البحوث الإسلامية:٨٧/٥٩]

(چوتھی قسط)

وقف، معنیٰ ومفہوم - ایک تجزیاتی مطالعہ

WAQF TERMINOLOGY, MEANING AND DEFINITION-AN ANALYTICAL STUDY

محمد مبارک مدنی (Welfare Office, HWB.)

9.0 اسلام میں وقف کی شرعی حیثیت Legality of Waqf in Islamic Jurisprudence

جمہور فقہاء احناف (Ahnaf)، مالکیہ (Malikiya)، شافعیہ (shafieya)، حنابلہ (Hanabila)، ظاہریہ (zahiriya)، زیدیہ، اور امامیہ کے قول کے مطابق مشروع اور جائز (Legitimate) ہے۔

اس کا ثبوت قرآن کریم (The Qur'an)، احادیث نبویہ (Prophets Hadiths)، آثار صحابہ (Doings of his Companions) اور اجماع امت (Consensus) سے ملتا ہے۔

9.1 قرآن کریم سے دلیل Evidence from the Qur'an

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾

''تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تم اس چیز میں سے خرچ نہ کرو جو تمہاری محبوب ترین ہے'' [آل عمران:۹۲]

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

''اور صدقہ کرو کیونکہ صدقہ کرنا تمہارے لیے سب سے بہتر ہے اگر تم جانکار ہو'' [البقرة:۲۸۰]

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

''اور خیر و بھلائی کے کام کرو، شاید کہ تم کامیاب ہوجاؤ'' [الحج:۷۷]

قرآن مجید کی مذکورہ آیات کریمہ اور اس معنی کی دوسری آیات میں واضح طور پر صدقہ وخیرات اور البر یعنی بھلائی کے کاموں کا حکم دیا گیا ہے۔ وقف (Waqf) درحقیقت صدقہ وخیرات اور البر یعنی بھلائی کے کاموں میں سے ہی ہے۔ علماء کرام اور مفسرین نے ان عمومی الفاظ سے مراد صدقۂ جاریہ اور وقف بھی لیا ہے۔

9.2 احادیث نبویہ سے وقف کا ثبوت Evidence from The Hadiths

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللّٰه تعالٰی عنه: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ''إِذَا مَاتَ ابنُ آدم انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أو عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَه''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص فوت ہوجائے تو اس

کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین اعمال کے، صدقۂ جاریہ، نفع بخش علم یا نیک فرزند جو اس کے لیے دعا کرے“

[صحیح مسلم:١٦٣١]

اس حدیث میں صدقۂ جاریہ سے مراد وقف (Waqf) ہے۔ وقف کو صدقۂ جاریہ بھی کہا جاتا ہے۔

وعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ:” أَصَابَ عُمَرُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَأْمِرُهُ فِيهَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ هُوَ أَنْفَسُ عِنْدِي مِنْهُ، قَالَ: إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا، وتَصَدَّقْتَ بِهَا، قَالَ :فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ؛ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا، وَلَا يُورَثُ، وَلَا يُوهَبُ، فَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ، وفِي الْقُرْبَى، وفِي الرِّقَابِ، وفِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وابْنِ السَّبِيلِ، والضَّيْفِ، لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ، ويُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ مَالًا“

ابن عمر راوی ہیں کہتے ہیں کہ:”حضرت عمر کو خیبر (Property of Kheba) میں کچھ زمین ملی وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھے ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے بہتر مجھے کوئی مال نہیں ملا۔ تو آپ اس کے بارے میں مجھے کیا ہدایت فرماتے ہیں؟ فرمایا اگر تو چاہے تو اس کا اصل روک لے اور اس سے حاصل شدہ منافع کو صدقہ کر دے۔ تو حضرت عمر نے اس کو صدقہ کر دیا ان شرائط کے ساتھ کہ اس کا اصل نہ بیچا جائے گا، نہ ہبہ کیا جائے گا، اور نہ ہی وراثت میں دیا جائے گا۔ چنانچہ اس کو فقراء واقرباء، غلاموں، اللہ کے راستے، مہمانوں اور مسافروں کے لیے وقف کر دیا ہے“۔[صحیح بخاری:٢٧٧٢،صحیح مسلم:١٦٣٢]

Dedicated to the poor and relatives, slaves, the way of almighty, guests and travelers.

اس وقف کے متولی (caretaker) پر گناہ نہیں پڑے گا، اگر معروف طریقے پر اس میں سے کچھ کھائے۔ مگر دولت جمع نہ کرے۔

حدثنا أَنَسُ بْنُ مَالِك رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ:” لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِينَةَ أَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ: يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ هٰذَا. قَالُوا لَا وَاللّٰهِ، لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ............“.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:”جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے، تو مسجد کے بنانے کا حکم دیا۔ فرمایا: اے بنو نجار! تم اپنے باغ کی مجھے قیمت بتاؤ۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ: نہیں، اللہ کی قسم ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے۔ البتہ وہ باغ اللہ عزوجل کی رضا کے لیے دیتے ہیں“[صحیح بخاری:١٨٦٨]

مذکورہ احادیث اوراس کے علاوہ احادیث کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔جس سے وقف کے جواز (Legitimate & it's rules) اوراس کے احکامات کا پتہ چلتا ہے۔

9.3 اجماع Evidence of Consensus

امت مسلمہ کے تمام علماء کرام اور فقہائے عظام (all Jurist & Islamic Theologians)، صحابۂ کرام کے عہد سے لے کر آج تک اس بات پر متفق (agreed) ہیں کہ وقف اصلاً مشروع اور جائز ہے۔ گرچہ وقف کے بعض مسائل میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وقف (Waqf) کا انکار کرنے والا شخص اجماع امت کے مخالف تصور کیا جائے گا اوراس کی بات کو قابل توجہ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

امام ابن حزم نے اپنی کتاب ''المحلی'' میں وقف سے متعلق امت مسلمہ کے جواز وفقہاء کا اجماع نقل کیا ہے۔

9.4 دیگر مراجع References

[معنی المحتاج للشربینی ، الشرح الکبیر لابن قدامة المقدسی، المغنی لابن قدامة ، صحیح مسلم ، کتاب الوصیة ، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته ، سنن الترمذی کتاب الأحکام ، باب :الوقف ،سبل السلام للصنعانی ،المنهاج فی شرح صحیح مسلم للنووی]

ہندوستان میں وقف کی شرعی حیثیت Legality of Waqf in Indian Laws

برصغیر ہند و پاک میں باقاعدہ طور پر وقف کو سن ۱۹۱۳ء میں قانونی درجہ دیا گیا۔ اور ہندوستان کی پارلیمینٹ سے The Musalman Waqf Validating Act,1913 اور وقف کے مماثل قانون The Official Trustees Act,1913 کو منظوری دے کر قانونی درجہ دیا گیا۔ اس طرح آزادئ ہند سے پہلے ہی وقف کو قانونی درجہ حاصل ہو چکا تھا۔ چند سالوں بعد معمولی حذف واضافہ اور ترمیم (amendment) کے بعد The Musalman Waqf Act,1923 کو منظوری دے دی گئی۔ معمولی ترمیم کے بعد ایک بار پھر کچھ ضروری تبدیلیاں کی گئیں اور The Musalman Waqf Validating Act,1930 کو منظوری دے کر عملی طور پر تنفیذ کیا گیا۔ بہت مختصر انداز میں مذکورہ قوانین کے اندر وقف کو متعارف کرایا گیا اوراس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کرلیا گیا۔

آزادئ ہند کے بعد مسلمانوں کو داخلی اور خارجی ہجرت کی وجہ سے ایک بڑی تبدیلی اور ناگزیر دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بڑے پیمانے پر زمینوں کا رکارڈ (revenue records) بدلنا وقت کی ضرورت تھی۔ خطۂ پنجاب

سے مسلمانوں کی ہجرت نے مذہبی اور ذاتی اراضی (personal & religious properties) کو لاوارث کر دیا تھا۔ پاکستان کے مہاجرین ہندوستان میں اور ہندوستان کے مہاجرین پاکستان میں سکونت اختیار کرنے لگے تھے۔ تقسیم وطن کے بعد مسلم اوقاف کی تباہی ایک قدرتی نتیجہ تھی۔ ہندوستان میں مہاجرین کو بسانے کا انتظام او یکیو ڈپارٹمنٹ Custodian of Evacuee Property Department gov. Of India اور از سر نو بسانے والے ڈپارٹمنٹ Rehabilitation Department gov.of india کے حوالے کر دیا گیا۔ بڑے پیمانے پر مذہبی اراضی کی ملکیت دانستہ اور غیر دانستہ طور پر عوام الناس کے نام منتقل کر دی گئی اور اوقاف کی اراضی میں بدعنوانیوں کے الزام لگنے لگے۔ رجسٹریاں ان کے نام منتقل ہونے لگیں اور وقف کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔

ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں اور علماء کرام بالخصوص مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد احمد کاظمی Mp اور جمعیت علماء ہند کے جنرل سیکریٹری مولانا حفظ الرحمٰن Mp وغیرہ کی کاوشوں سے وقف اراضی کے تعارف اور سروے کے لیے مختلف ریاستوں میں سروے کمشنر متعین کرائے گئے۔ اور ایک لمبی جدوجہد کے بعد ہندوستان کی آزاد پارلیمینٹ سے The Wakf Act,1954 کو منظوری دلائی گئی۔ نتیجتاً وقف کو قانونی طور پر آزادی کے بعد محفوظ تصور کیا جانے لگا۔ اس قانون کے تحت ہندوستان کی تمام ریاستوں کو قانونی طور پر اسٹیٹ وقف بورڈ بنانے کا اختیار دیا گیا۔ اور یکے بعد دیگرے ہندوستان کو تمام صوبہ جات میں وقف بورڈز کا قیام عمل میں آنے لگا۔ سن 1984ء میں مرکزی حکومت نے ایک بار پھر بڑے پیمانے پر ترمیم کر دی اور The Wakf Act 1984 کے نام سے اس ایکٹ کو موسوم کیا گیا۔ وقف ایکٹ کے اندر سن 1984ء کی تبدیلیوں نے ہندوستانی مسلمانوں کے اندر اضطراب پیدا کر دیا تھا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ دانستہ طور پر مسلم اوقاف کے اختیارات بڑے پیمانے پر وقف بورڈز اور متولیوں سے چھین کر مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو دے دیئے گئے تھے۔

نیشنل سطح پر مظاہرات اور زبردست احتجاج ہونے لگے۔ بالآخر پارلیامینٹری کمیٹیاں تشکیل دی گئیں اور مسلسل 10 سال کے بعد ان کی سفارشات کی روشنی میں اسی قانون کو ایک جامع شکل میں پیش کیا گیا اور ہندوستان کی پارلیمینٹ نے The Waqf Act,1995 کو منظوری دے دی اور ایک وسیع تبدیلی کے بعد وقف ایکٹ پر پورے ہندوستان میں عمل درآمد ہو گیا۔ سابقہ تمام قوانین منسوخ (repeal) کر دیئے گئے۔ مسلمانوں کی نظر میں قانون کی یہ ترمیم ایک اطمینان بخش قدم تھا۔ وقف بورڈز کو ہی مکمل اختیار دے دیئے گئے اور تمام ریاستوں میں شیعہ

اور سنی اوقاف کو تشکیل دیا گیا۔

مذکورہ ایکٹ میں مزید کچھ ضروری ترمیم جوائنٹ پارلیامینٹری کمیٹی (JPC) کی سفارشات کی روشنی میں سن 2014ء میں کانگریس کی مرکزی حکومت نے پارلیمینٹ سے منظوری دے دی۔ ان تبدیلیوں کو وقف بورڈ کی نظر سے دیکھیں تو قابل قدر اضافہ ہے۔ مگر بدقسمتی سے قانون کی بعض ضروری دفعات کو زمینی سطح پر نافذ کرنا مشکل ترین سمجھا جاتا ہے۔ سرکار مکمل طور پر مدد کرے تو یقیناً خوش آئند کہا جا سکتا ہے۔ مگر تاہنوز اس کے امکانات خاطر خواہ نظر نہیں آتے۔ بہر کیف وقف اور اوقاف کی اراضی سے متعلق ہندوستان کے اندر مکمل قانونی ضابطہ کے تحت وقف بورڈ اپنا کام انجام دیتے ہیں۔ آج مختصر طور پر اس قانون کو The Waqf Act,1995 کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تفصیلی طور پر اس کو The Waqf Act,1995 (as amended by The Waqf Act,2013 سے جانا جاتا ہے۔

اسی ایکٹ کی دفعہ (13) کے تحت ریاستی سرکاروں (state government) کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے صوبہ اور ریاستوں میں 10-8 رکنی ممبران پر مشتمل مختلف متعینہ تخصص کے افراد کو ممبر منتخب کریں اور پھر انہی منتخب ممبران میں سے کسی ایک کو by election بورڈ کا چیئر مین منتخب کریں۔ تشکیل شدہ بورڈ وقف ایکٹ The Waqf Act, 1995 کے دائرے میں رہ کر اوقاف کا اشراف و انتظام دیکھتا ہے۔ بورڈ کی عدم موجودگی میں ریاستی سرکار وقتی طور پر کسی معقول فرد یا سینئر آفیسر کو مدیر اعلیٰ Administrator متعین کر دیتی ہے۔ وقف بورڈ کے سکریٹری یا چیف ایگزیکیوٹیو آفیسر (CEO) کا انتخاب بھی اسی وقف ایکٹ کے تحت کسی سینئر آفیسر کا سرکار کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ بورڈ کے دیگر آفیسران اور ضروری اسٹاف کا تعین ریاستی سرکار کی منظوری کے بعد خود بورڈ کر لیتے ہیں۔

مرکزی پیمانے پر ایک ایڈوائزری کمیٹی کے طور پر قانونی طور پر مذکورہ وقف ایکٹ کی دفعہ (9) کے تحت ہی سینٹرل وقف کونسل (CWC) کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے۔ یہ کونسل Ministry of Minorities Affair کے زیر اشراف اور انتظام کام کرتی ہے۔ وقف بورڈ اپنے آپ میں قانونی دائرہ میں رہ کر خود مختار ادارہ کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ ان کے اپنے rules & regulation ہوتے ہیں۔

وقف اراضی کو کرایہ lease پر دینے کے لیے بھی سن 2014ء سے پہلے تک بورڈ کے ریاستی سرکاروں سے منظور شدہ اپنے قاعدے و قانون ہوتے تھے۔ مگر سن 2014ء میں وقف قانون میں ترمیم کے ساتھ ہی پورے ہندوستان

The Waqf Property Lease Rules, 2014 مرکزی سرکار نے کے لئے تشکیل دے دیئے۔
اب اسی کی روشنی میں ساری اراضی مثلا کمرشیل، ایجوکیشنل، اور انڈسٹریل زمینوں (commercial, educational,& industrial properties) کو کرایہ پر متعینہ مدت تک کے لئے lease پر دیا جاتا ہے۔ زراعتی اور رہائشی جائیدادوں (agriculture & residential) کو آج بھی وقف بورڈ اپنے ریاستی سرکار سے منظورشدہ شیڈول ریٹ کے حساب سے پٹیاورکرایہ (rent or Patta) پر دیتے ہیں۔

واضح رہے کہ کسی بھی حال میں وقف اراضی کو قانوناً اورشرعاً نہ بیچا جاسکتا ہے اور نہ ہی تبدیل کیا جاسکتا ہے جیسا کہ میں نے پہلے وقف کی تعریف کے ضمن میں اشارہ کیا ہے۔ مزید یہ بھی واضح رہے کہ 99 سال کا پٹہ یا کرایے پر دینے کا کوئی قانونی تصوراب نہیں ہے patta or lease for 99 years are not permissible now)۔ سال 1995ء کی ترمیم کے بعد وقف کی حفاظت کے خاطر اس اختیار کو بھی ختم کردیا گیا ہے۔ اوقاف سے متعلق کسی بھی قسم کے تنازع کو مختلف ریاستوں میں ایکٹ کی دفعہ (83) کے تحت تشکیل شدہ عدلیہ نظام (Waqf tribunals) کے ذریعہ حل کیا جاتا ہے۔ سرکار اور وقف کے ذمہ داران کا کردار اپنے مثبت اور منفی اثرات ضرور مرتب کرتے ہیں۔ تبصرہ کے لیے ایک غیر جانبدارانہ اور انصاف پسند تجزیہ (independent analytical study) کی ضرورت ہے۔

مذکورہ قوانین پر تبصرہ کے لیے وقت درکار ہوگا۔ اس مضمون میں صرف ہندوستان میں وقف کی قانونی حیثیت پر مجمل روشنی مقصود ہے۔

ملک ہندوستان کے اندر The Waqf Act, 1995 اسلامی اوقاف سے متعلق ایک واحد بنیادی قانون ہے۔ مسلمانانِ ہند اور بالخصوص مسلم ملی، سماجی اور سیاسی تنظیموں (Milli , Social & Political Organization,NGO'S) کو اس کے تحفظ اور اوقاف کی سالمیت کے لیے ہمیشہ بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔ افسوس کہ مسلمانان ہند کو اس کے دفعات و مضامین (Sections & contents) سے کوئی واقفیت تک بھی نہیں ہے ۔ سوائے معدود چند کے ۔ ستم دیکھئے کہ وقف ایکٹ کا کوئی معقول اردو ترجمہ (Urdu Translation) آج تک مارکیٹ میں دستیاب نہیں ہے ۔ جمعیت علماء ہند، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور دیگر ملی و سماجی تنظیم اس جانب توجہ مرکوز کریں۔ اور بیداریٔ امت کا ثبوت دیں تو عوام و خاص آپ کا شکر گزار ہوگی۔

جاری..................

(سولھویں قسط)

تین طلاق اور صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ

کفایت اللہ سنابلی

اب آیئے اگلی سطور میں ایک ضعیف روایت بھی دیکھ لیتے ہیں جس کی بنیاد پر کچھ لوگ غیر مدخولہ کی بات کرتے ہیں۔

سنن أبی داؤد کی ضعیف حدیث

امام ابوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۵) نے کہا:

حدثنا محمد بن عبد الملك بن مروان، حدثنا أبو النعمان، حدثنا حماد بن زيد، عن أيوب، عن غير واحد، عن طاؤس: " أن رجلا، يقال له: أبو الصهباء كان كثير السؤال لابن عباس، قال: أما علمت أن الرجل كان إذا طلق امرأته ثلاثا قبل أن يدخل بها، جعلوها واحدة علٰى عهد رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم، وأبى بكر، وصدرا من إمارة عمر؟، قال ابن عباس: بلٰى، كان الرجل إذا طلق امرأته ثلاثا قبل أن يدخل بها، جعلوها واحدة علٰى عهد رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم، وأبى بكر، وصدرا من إمارة عمر، فلما رأى الناس قد تتابعوا فيها، قال: أجيزوهن عليهم "

طاؤس کہتے ہیں: " کہ ابوالصہباء نامی ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ سوال کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا: کیا آپ کو علم ہے کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دے دیتا تھا تو ایسی طلاق کو رسول اللہ ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اوائل دور عمر رضی اللہ عنہ میں ایک ہی شمار کرتے تھے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! آدمی جب اپنی بیوی کو مباشرت سے پہلے تین طلاقیں دے دیتا تھا تو عہد رسالت، عہد ابی بکر اور ابتدائے عہد عمر میں اس کو ایک ہی شمار کرتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ لوگ مسلسل طلاقیں دینے لگے ہیں تو انہوں نے کہا: انہیں ان پر نافذ کردو" [سنن أبی داؤد: ۲/۲٦۱، رقم: ۲۱۹۹، ومن طريق أبی داود أخرجه البيهقی فی سننه رقم: ١٤٩٨٥]

یہ روایت درج ذیل علتوں کی بنا پر ضعیف ہے:

پہلی علت: (أبو النعمان محمد بن الفضل عارم کا اختلاط)

ابوالنعمان محمد بن الفضل عارم آخری عمر میں اختلاط کے شکار ہوگئے جیسا کہ محدثین نے متفقہ طور پر اس کی گواہی دی ہے، چند اقوال ملاحظہ ہوں:

۞ امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی ٢٧٧) نے کہا:

”اختلط عارم فی آخر عمره، وزال عقله، فمن سمع عنه قبل الاختلاط فسماعه صحيح، وكتبت عنه قبل الاختلاط سنة أربع عشرة، ولم أسمع منه بعدما اختلط، فمن كتب عنه قبل سنة عشرين ومائتين فسماعه جيد“

”عارم آخری عمر میں اختلاط کے شکار ہوگئے تھے اور ان کی عقل زائل ہوگئی تھی، تو جنہوں نے ان سے اختلاط سے پہلے سنا ہے ان کا سماع صحیح ہے اور میں نے ان سے اختلاط سے پہلے سن ٢١٤ ہجری میں سنا ہے اور اختلاط کے بعد میں نے ان سے نہیں سنا تو جس نے ان سے ٢٢٠ ہجری سے پہلے سنا ہے ان کا سماع بہتر ہے“ [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، ت المعلمي: ٥٨/٨]

نوٹ: امام ابوداؤد کے بقول ٢١٣ ہجری ہی سے ان کا اختلاط شروع ہوگیا تھا۔ [الضعفاء للعقيلي، ت د مازن: ٥/ ٣٦٠]

۞ امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی ٣٠٣) نے کہا:

”عارم أبو النعمان ثقة، إلا أنه تغير، فمن سمع منه قديما، فسماعه جيد، ومن سمع منه بعد الاختلاط، فليسوا بشيء“

” عارم ابوالنعمان ثقہ ہیں، مگر وہ تغیر کے شکار ہوگئے تھے، اس لئے جنہوں نے ان سے قدیم زمانے میں سنا ہے ان کا سماع بہتر ہے اور جنہوں نے ان سے اختلاط کے بعد سنا ہے تو ان کی روایات کی کوئی حیثیت نہیں ہے“ [سنن النسائي الكبرىٰ، الأرناؤوط: ٦٩/٣]

۞ امام عقیلی رحمہ اللہ (المتوفی ٣٢٢) نے کہا:

”فمن سمع من عارم قبل الاختلاط فهو أحد ثقات المسلمين، وإنما الكلام فيه بعد الاختلاط“

”جس نے عارم سے اختلاط سے پہلے سنا تو عام ثقہ مسلمانوں میں سے ایک ہیں اور ان پر کلام ان کے اختلاط کے بعد ہے“ [الضعفاء للعقيلي، ت د مازن: ٥/ ٣٦٢]

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی ٣٥٤) نے کہا:

"اختلط فی آخر عمره وتغير حتی كان لا يدری ما يحدث به فوقع المناكير الكثرة فی روايته فما روی عنه القدماء قبل اختلاطه إذا علم أن سماعهم عنه كان قبل تغيره فإن احتج به محتج بعد العلم بما ذكرت أرجو أن لا يجرح فی فعله ذلک وأما رواية المتأخرين عنه فيجب التنكب عنها علی الأحوال وإذا لم يعلم التمييز بين سماع المتقدمين والمتأخرين منه يترک الكل ولا يحتج بشیء منه"

''یہ آخری عمر میں اختلاط وتغیر کے شکار ہوگئے تھے، یہاں تک کہ انہیں شعور نہیں ہوتا تھا کہ یہ کیا بیان کررہے ہیں، پھراس کے سبب ان کی احادیث میں مناکیر کی کثرت ہوگئی، توان کے قدیم شاگردوں نے ان کے اختلاط سے پہلے جو احادیث بیان کی ہیں، اگراس کا علم ہوجائے توان احادیث سے حجت پکڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن متأخرین نے ان سے جواحادیث بیان کی ہیں، ان سے ہرحال میں بچنا ضروری ہے، اورجن احادیث کے بارے میں پتہ نہ چلے کہ انہیں متقدمین نے بیان کیاہے یا متأخرین نے توایسی تمام احادیث ترک کردی جائیں گی ان میں سے کسی سے بھی حجت نہیں پکڑی جائے گی'' [المجروحین لابن حبان، تزاید: ۲۹۵/۲]

محدثین کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ ابوالنعمان عارم آخری عمرمیں اختلاط کے شکار ہوگئے تھے اوربعض محدثین نے اپنے اپنے علم کے مطابق اس کے اختلاط کی ابتداء کا وقت بھی بتایاہے، نیزمحدثین نے یہ بھی صراحت کردی ہے کہ اختلاط کے بعداس کی بیان کردہ احادیث کا کوئی اعتبارنہیں ہوگا۔

کیاعارم نے اختلاط کے بعدکوئی منکرروایت بیان نہیں کی؟

لیکن امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام دارقطنی کے ایک قول کوبنیاد بناکر یہ دعویٰ کیا کہ ابوالنعمان عارم نے اختلاط کے بعد کوئی حدیث بیان نہیں کی، چنانچہ کہا:

"فرج عنا الدارقطنی فی شأن عارم، فقال: تغير بأخرة، وما ظهر له بعد اختلاطه حديث منكر، وهو ثقة"

''ابوالنعمان عارم کے بارے میں دارقطنی نے یہ انکشاف کیاہے کہ یہ آخری عمرمیں تغیر کے شکار ہوگئے تھے لیکن ان کے اختلاط کے بعدان کی کوئی منکرحدیث ظاہرنہیں ہوئی ہے اوریہ ثقہ ہیں'' [سير أعلام النبلاء للذهبی: ۲۶۷/۱۰]

اس کے بعدامام ابن حبان رحمہ اللہ کے کلام کا شدید رد کیا ہے۔

عرض ہے کہ:

امام ابن حبان رحمہ اللہ اپنے کلام میں منفرد نہیں ہیں بلکہ امام نسائی اور امام عقیلی وغیرہ نے بھی یہی بات کہی ہے لہٰذا امام ذہبی رحمہ اللہ کا امام ابن حبان رحمہ اللہ پر برسنا بے سود ہے۔

رہی بات امام دارقطنی (المتوفی ۳۸۵) کے اس قول کی کہ ابوالنعمان عارم کے اختلاط کے بعد ان کی کوئی منکر حدیث ظاہر نہیں ہوئی ہے، تو یہ انہوں نے اپنے علم کی حد تک کہا ہے، جب کہ ان سے سینئر محدثین امام ابوداؤد (المتوفی ۲۷۵)، امام عقیلی (المتوفی ۳۲۲) اور امام ابن حبان (المتوفی ۳۵۴) رحمہم اللہ نے صراحت کی ہے کہ انہوں نے اختلاط کے بعد منکر حدیث بیان کی ہے۔ ذیل میں ایسی بعض منکر احادیث پیش کی جارہی ہیں جنہیں ابوالنعمان عارم نے اختلاط کے بعد بیان کیا ہے:

✳ ابوالنعمان عارم کی پہلی منکر روایت:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۵) نے کہا:

”کنت عند عارم، فحدث عن حماد بن زيد، عن هشام بن عروة، عن أبيه: أن ماعزا الأسلمی سأل النبی صلى الله عليه وسلم عن الصوم فی السفر. فقلت له: حمزة الاسلمی؟ فقال: يا بنی ماعز لا يشقى به جليسه، يعنی أن عارما، قال: هذا وقد زال عقله“

”میں عارم کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے حماد بن زید، عن ہشام بن عروۃ، عن أبیہ کے طریق سے بیان کیا کہ ماعز الأسلمی نے نبی ﷺ سے سفر میں روزے سے متعلق سوال کیا۔ تو میں نے کہا: یہ سوال تو حمزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا؟ تو انہوں نے کہا: بیٹا ماعز کے ساتھ بیٹھنے والا نامراد نہیں ہوسکتا۔ یعنی ابوالنعمان عارم نے ایسی بات تب کی جب ان کی عقل زائد ہوچکی تھی“ [سؤالات الآجری أبا داؤد، ت الأزهری: ص ۱۸۰]

✳ ابوالنعمان عارم کی دوسری منکر روایت:

امام عقیلی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۲) نے کہا:

حدثنا محمد بن إسماعيل، قال: قام رجل إلى عفان، فقال: يا أبا عثمان، حدثنا بحديث حماد بن سلمة، عن حميد، عن أنس، أن النبی صلى الله عليه وسلم، قال: ”اتقوا النار ولو بشق تمرة، فقال له عفان: إن أردته، عن حميد، عن أنس، فاكترى زورقا بدرهمين وانحدر إلى البصرة، يحدثك به عارم، عن حميد، عن أنس، فأما نحن فحدثناه حماد بن سلمة، عن حميد، عن الحسن، أن النبی صلى الله عليه وسلم، قال: اتقوا النار ولو بشق تمرة“

ایک شخص عفان رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا: ''اے ابوعثمان آپ ہمیں حماد بن سلمۃ،عن حمید،عن انس ان النبی کے طریق سے یہ حدیث سنائیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی، تو عفان رحمہ اللہ نے کہا: اگر عن حمید،عن انس کے طریق سے تمہیں یہ حدیث سننی ہے تو دو درہم خرچ کر کے ایک کشتی کرایہ پر لے لو اور بصرہ تک سفر کرو وہاں عارم تمہیں عن حمید،عن أنس ان النبی کے طریق سے یہ حدیث سنائیں گے، لیکن جہاں تک ہماری بات ہے تو ہمیں یہ حدیث حماد بن سلمہ نے عن حمید،عن الحسن ان النبی کے طریق سے بیان کی ہے کہ حسن نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی'' [الضعفاء للعقیلی، ت د مازن:۳۶۱/۵]

امام عفان رحمہ اللہ کے اس بیان سے بھی ثابت ہوا کہ عارم ابوالنعمان نے اختلاط کے بعد یہ منکر حدیث بیان کی ہے۔امام ابن رجب رحمہ اللہ (المتوفی ۷۹۵) فرماتے ہیں:

''ومما روی فی اختلاطه عن حماد بن سلمة عن حميد عن انس أن النبی ـ صلى الله عليه وسلم ـ قال:''اتقوا النار ولو بشق تمرة''. ورواه قبل اختلاطه عن حميد عن الحسن عن النبی ـ صلى الله عليه وسلم ـ مرسلاً. وكذا رواه عفان عن حماد بن سلمة، وهو الصواب''

ابوالنعمان عارم اپنے اختلاط کی حالت میں عن حماد بن سلمۃ عن حمید عن انس کی سند سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی، جبکہ خود ابوالنعمان عارم اپنے اختلاط سے پہلے اس حدیث کو عن حمید عن الحسن عن النبی کی سند سے مرسلاً بیان کرتے تھے اور اس حدیث کو ارسال کے ساتھ ہی عفان نے بھی حماد بن سلمہ سے بیان کیا ہے اور یہ درست ہے'' [شرح علل الترمذی لابن رجب، ت همام:۷۵۱/۲]

✻ ابوالنعمان عارم کی تیسری منکر روایت:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

حدثنا أبو النعمان، حدثنا جرير بن حازم، عن قتادة، عن النضر بن أنس، عن بشير بن نهيك، عن أبي هريرة رضی الله عنه، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال:''من أعتق شقصا......'' [صحيح البخاری:۱۴۱/۳،رقم:۲۵۰۴]

اس سند میں ابوالنعمان عارم نے اس حدیث کو موصولاً ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے ذکر کے ساتھ بیان کیا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوالنعمان عارم سے اختلاط سے پہلے سنا ہے۔جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا:

''إنما سمع منه البخاری سنة ثلاث عشرة قبل اختلاطه بمدة''

''امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے ٢١٣ ہجری میں ان کے اختلاط سے ایک عرصہ پہلے سنا ہے'' [فتح الباری لابن حجر، ط السلفیة: ١/٤٤١]

لیکن بعد میں ابوالنعمان عارم نے دوبارہ اس حدیث کو بیان کیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ساقط کرکے اسے مرسلاً بیان کیا چنانچہ:

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ٤٦٣ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو طالب عمر بن إبراهيم بن سعيد الفقيه أنا عبد اللّٰه بن أيوب نا أبو مسلم البصرى نا أبو النعمان عارم أنا جرير عن قتادة عن النضر بن أنس عن بشير عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم بمثله(من أعتق شقصا من مملوك......)[الفصل للوصل المدرج فى النقل: ١/٣٥٥]

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس کی اس غلطی کو بیان کرتے ہوئے کہا:

''رواه عارم بن الفضل عن جرير فلم يذكر أبا هريرة''

''اسے ابوالنعمان عارم بن الفضل نے جریر سے بیان کیا تو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا'' [الفصل للوصل المدرج فى النقل: ١/٣٥٤]

✳ ابوالنعمان عارم کی چوتھی منکر روایت:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی ٢٧٥ھ) نے کہا:

حدثنا أبو كامل، حدثنا يزيد يعنى ابن زريع، ح وحدثنا أحمد بن منيع، عن يحيى بن زكريا، وهذا لفظه، عن داؤد، عن أبى نضرة، عن أبى سعيد، قال:''لما أمر النبى صلى اللّٰه عليه وسلم برجم ماعز بن مالك، خرجنا به إلى البقيع، فواللّٰه، ما أوثقناه، ولا حفرنا له......''

ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''کہ جب نبی ﷺ نے ماعز بن مالک کو رجم کرنے کا حکم دیا تو ہم انہیں بقیع لے کر گئے، تو اللہ کی قسم ہم نے نہ تو انہیں باندھا اور نہ ہی ان کے لئے گڑھا کھودا......'' [سنن أبى داؤد: ٤/١٤٩، وإسناده صحيح]

اس صحیح حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ماعز بن مالک کو رجم کرتے وقت ان کے لیے گڑھا نہیں کھودا گیا تھا۔ صحیح مسلم رقم (١٦٩٤) میں بھی داؤد بن ابی ہند کے طریق سے یہی بات ذکر ہے۔

لیکن یزید بن زریع کی اسی سند (عن یزید بن زریع، عن داود بن أبی ہند، عن أبی نضرۃ، عن أبی سعید الخدری) سے

ابوالنعمان عارم نے اس حدیث کو روایت کیا تو اس میں ماعز بن مالک کے گڑھا کھودنے کی بات ذکر کرتے ہوئے کہا:

"فلم نزل نحفر له"

"ہم ان کے لیے گڑھا کھودرہے تھے" [المسند الصحیح المخرج علی صحیح مسلم لأبی عوانة:۳۳۱/۱۳]

ظاہر ہے کہ ابوالنعمان عارم نے یہاں متن کو بیان کرنے میں واضح غلطی کی ہے، امام ابوعوانہ ابوالنعمان عارم کی اس غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا:

"کذا یقول عارم:فلم نزل نحفر".

"ابوالنعمان عارم اسی طرح روایت کرتے تھے کہ ہم گڑھا کھودرہے تھے" [المسند الصحیح المخرج علی صحیح مسلم لأبی عوانة:۳۳۱/۱۳]

✵ ابوالنعمان عارم کی پانچویں منکر روایت:

پانچویں منکر روایت کی جگہ اسی حدیث کو لے لیجئے جس کی تضعیف ہم واضح کررہے ہیں، کیونکہ یہی حدیث صحیح مسلم وغیرہ میں بھی ہے لیکن اس میں غیر مدخولہ کا ذکر نہیں ہے جبکہ سنن ابی داؤد کی زیر بحث حدیث میں غیر مدخولہ کا ذکر ہے، ظاہر ہے کہ ابوالنعمان عارم کی غلطی ہے جو ان کے اختلاط کا نتیجہ ہے۔

ان احادیث کے علاوہ اور بھی کئی احادیث ہیں جن میں ابوالنعمان عارم نے سند یا متن کے بیان میں غلطی کی ہے، اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے کہ ابوالنعمان عارم نے اختلاط کے بعد بھی کئی منکر احادیث بیان کی ہیں۔ لہٰذا امام دارقطنی رحمہ اللہ کا بیان صرف ان کے اپنے علم کی حد تک ہے اور وہ حجت نہیں ہے کیونکہ اس کا غلط ہونا ثابت ہوگیا ہے۔ پھر اس بنیاد پر امام ذہبی رحمہ اللہ کا کلام بھی بے معنی ہوگیا۔

بلکہ شاید امام ذہبی رحمہ اللہ کو بھی بعد میں اس کا احساس ہوگیا اور انہوں نے اپنے سابق کلام سے رجوع کرلیا اور جمہور محدثین کے فیصلے کو تسلیم کرلیا چنانچہ ایک مقام پر خود اعتراف کرتے ہیں کہ:

قلت:"فمما أنكروه عليه روايته عن حماد، عن حميد، عن أنس حديث:اتقوا النار ولو بشق تمرة وقد كان قبل ذلك رواه عن حماد، عن حميد، عن الحسن مرسلا، كما رواه عفان، وغيره"

میں (ذہبی) کہتا ہوں:" کہ حماد سے ابوالنعمان عارم کی جن احادیث کو محدثین نے منکر مانا ہے انہیں میں سے عن حمید،عن انس کے طریق سے بیان کردہ ان کی یہ حدیث ہے کہ: آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی، جبکہ

ابوالنعمان عارم خوداس سے پہلے اسی حدیث کوعن حمید، عن الحسن کے طریق سے مرسلاً بیان کرتے تھے جیسا کہ عفان وغیرنے بیان کیا ہے‘‘[تاریخ الإسلام ط التوفیقیة :۲۲۵/۱۶]

صرف یہی نہیں بلکہ امام ابوداؤدرحمہ اللہ جب ابوالنعمان عارم سے حدیث سننے گئے اوروہاں جا کر یہ پتہ چلا کہ یہ تو مختلط ہوگئے ہیں اور غلط سلط احادیث بیان کرنے لگے ہیں تو امام ابوداؤدرحمہ اللہ نے ان سے روایت ہی نہیں کیا، اس پرامام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت:”لم یأخذ عنه أبو داؤد لتغیره، والذی ینبغی أن من خلط فی کلامه کتخلیط السکران، أن لا یحمل عنه البتة، وأن من تغیر لکثرة النسیان، أن لا یؤخذ عنه “

میں (ذہبی) کہتا ہوں:’’ابوداؤدنے ابوالنعمان عارم کے تغیر حفظ کے بعدان کی حدیث نہیں لی اور جوشخص اپنی اپنے کلام میں مدہوش انسان کی طرح اختلاط شکار ہوجائے تو اس کی احادیث قطعاً نہیں لی جائے گی اور جو بکثرت بھولنے کے سبب تغیر حفظ کا شکار ہوجائے اس کی حدیث بھی نہیں لی جائے گی‘‘[سیر أعلام النبلاء للذهبی: ۲۶۹/۱۰]

ملاحظہ فرمائیں ابوالنعمان عارم اختلاط کے بعد بھی حدیث بیان کرتے تھے اورلوگ ان سے روایت بھی کرتے تھے مگر امام ابوداؤدنے ان کے اختلاط کے سبب ان سے روایت نہیں کیا، اس پر امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام ابوداؤد کا رد نہیں کیا بلکہ ان کی تائید فرمائی کہ جوراوی اختلاط کا شکار ہوکر مدہوش انسان کی طرح کلام کرنے لگے، یا بکثرت بھولنے کے سبب اس کا حافظہ خراب ہوجائے تو اس کی حدیث نہیں لی جانی چاہیے۔

بہرحال دلائل سے یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ ابوالنعمان عارم اختلاط کے شکار ہوگئے تھے اوراختلاط کے بعد وہ منکر احادیث بیان کرتے تھے اس لئے ان سے جن رواۃ نے اختلاط سے پہلے سنا ہے صرف انہیں کی روایت صحیح ہوگی، باقی جنھوں نے اختلاط کے بعد سنا یا جن کے بارے میں تمیز نہ ہوسکے کہ انہوں نے اختلاط سے پہلے سنا تھا یا اختلاط کے بعد ایسے تمام لوگوں کی روایات ضعیف ومنکر ہوں گی۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس علت کی بناپراس حدیث کوضعیف ومنکر کہا ہے۔

”وهذا إسناد معلول عندی بأبی النعمان واسمه محمد بن الفضل السدوسی ولقبه عارم، وهو وإن كان ثقة فقد كان اختلط، وصفه بذلک جماعة من الأئمة منهم أبوداؤد والنسائی والدارقطنی وغیرهم......قلت:وهذا الحدیث من روایة ابن مروان وهو أبو جعفر الدقیقی الثقة،

ولا ندری أسمع منه قبل الاختلاط أم بعده؟ وهذا عندی أرجح، فقد خولف عارم فی إسناده ومتنه"

"میرے نزدیک اس حدیث میں علت یہ ہے کہ ابوالنعمان جس کا نام محمد بن الفضل السدوسی اور جس کا لقب عارم ہے، یہ گرچہ ثقہ تھے لیکن اختلاط کے شکار ہوگئے تھے اور ہمیں نہیں پتہ کہ ان کی یہ حدیث ان کے اختلاط سے پہلے سنی گئی ہے یا بعد میں؟ اور دوسری بات ہی راجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ عارم نے اس حدیث کو جس سند اور متن کے ساتھ بیان کیا ہے دوسرے رواۃ نے اس کے خلاف بیان کیا ہے" [سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة:۲۷۱/۳]

علامہ البانی رحمہ اللہ نے جو یہ کہا کہ راجح یہی ہے کہ اس حدیث کو عارم کے اختلاط کے بعد سنا گیا تو اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ عارم سے اس حدیث کو روایت کرنے والا محمد بن عبدالملک الواسطی ہے اور اس کی وفات ۲۶۶ ہجری میں ۸۱ سال کی عمر میں ہوئی ہے۔[تهذيب الكمال للمزی: ۲۶/ ۲۶]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ محمد بن عبدالملک الواسطی کی پیدائش ۱۸۵ ہجری ہے اور ان کے استاذ ابوالنعمان عارم کے اختلاط کی شروعات ۲۱۳ ہجری میں ہوئی۔[الضعفاء للعقیلی، ت د مازن:۳۶۰/۵]

اس وقت محمد بن عبدالملک الواسطی کی عمر صرف ۲۸ سال کی تھی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ محمد بن عبدالملک الواسطی یہ ابوالنعمان عارم کے متأخرین شاگردوں میں سے ہیں۔

شعَیب الأرنؤوط اور ان کے رفقاء سنن ابی داؤد کے اپنے نسخہ میں اس روایت سے متعلق فرماتے ہیں:

قوله: "قبل أن يدخل بها لم ترد إلا فی رواية أبی داؤد هذه تفرد بها أبو النعمان، ويغلب على الظن أنه حدث بهذا الحديث بعد اختلاطه"

"اس حدیث میں غیر مدخولہ والے الفاظ صرف ابوداؤد کی اسی روایت میں ہیں جنہیں نقل کرنے میں ابوالنعمان عارم منفرد ہے اور ظن غالب ہے کہ اس نے اس حدیث کو اختلاط کے بعد بیان کیا ہے" [سنن أبی داؤد ت الأرنؤوط: ۵۲٤/۳]

بہر حال چونکہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ محمد بن عبدالملک الواسطی نے ابوالنعمان عارم سے یہ حدیث ان کے اختلاط سے پہلے سنی ہے اس لئے اس علت کے سبب یہ حدیث ضعیف ہی ہے۔

(جاری ہے............)

نماز فجر چھوڑنے کے نقصانات

شفیق احمد محمد عدیل محمدی

نماز ہر مسلمان بالغ مرد وعورت پر فرض ہے، نماز کسی بھی صورت معاف نہیں ہے، نمازوں کی ادائیگی جہاں فحش و منکرات سے روکنے کا ذریعہ ہے وہیں ایک مسلمان کے لیے دنیا وآخرت میں اطمینان وسکون کا باعث بھی ہے، ہر نماز کی اپنی ایک الگ اہمیت ہے، کسی بھی نماز کو جان بوجھ کر چھوڑنا خسارے اور نقصان کا سبب ہے خاص کر فجر کی نماز جو عموماً نیند کے غلبے کے باعث بہت گراں گزرتی ہے، اس کا ترک کرنا بہت بڑے گھاٹے کا سبب ہے۔ اگر کوئی مسلمان نمازِ فجر کو چھوڑتا ہے تو اسے مختلف قسم کے خساروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، انہی خساروں میں سے چند ایک خسارے درج ذیل ہیں:

۱۔ نفاق سے برأت کی شہادت کا نقصان:

یعنی اگر کوئی مسلمان نماز فجر کو چھوڑتا ہے تو ایسا مسلمان نفاق جو کہ ایک خبیث خصلت وعادت ہے اس سے بَری نہیں ہو پاتا ہے، بلکہ ایسا شخص منافقین کی خصلتوں کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ منافقین پر سب سے بوجھل نماز عشاء اور فجر کی نماز ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"إِنَّ أَثْقَلَ صَلَاةٍ عَلَى الْمُنَافِقِينَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ، وَصَلَاةُ الْفَجْرِ ،......"

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز عشاء اور فجر منافقوں پر بہت بھاری ہے۔ اگر اس کا اجر جانتے تو گھٹنوں کے بل چل کر آتے''۔ [صحيح البخاری:٦٥٧، صحيح مسلم:٦٥١]

۲۔ جنت سے محرومی کا نقصان:

اگر کوئی مسلمان فجر کی نماز سے غافل رہا، اسے چھوڑتا رہا تو گویا وہ جنت کو اپنے ہاتھوں گنواتا رہا، کیونکہ فجر کی ادائیگی جنت میں داخلے کا سبب ہے اور اس کی عدم ادائیگی جنت سے محرومی اور خسارے کا باعث ہے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ''

''جس نے دو ٹھنڈی نماز پڑھی وہ جنت میں داخل ہوگا'' [صحيح البخاری:٥٧٤]

۳۔ جہنم سے نجات کا نقصان:

ایک انسان کی سب سے بڑی کامیابی جہنم سے آزادی اور جنت میں داخلہ ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ ''جو شخص جہنم سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا'' [آل عمران:١٨٥]

اگر کوئی شخص نماز فجر سے کوتاہی برتتا ہے اور بنا شرعی عذر کے نماز فجر کو چھوڑتا ہے تو گویا وہ جہنم سے نجات پانے کے مواقع گنوا کر جہنم سے نجات نہ پانے کا خسارہ مول لے رہا ہے۔ کیونکہ نماز فجر کو ادا کرنا جہنم سے آزادی اور جہنم میں عدم دخول کا سبب ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''لَنْ يَلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَقَبْلَ غُرُوبِهَا''

''وہ شخص کبھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا جس نے طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے نماز ادا کی''۔

[صحيح مسلم:٦٣٤]

۴۔ اللہ کی خاص عنایت اور اس کی حفاظت کا نقصان:

صلاۃ فجر کی عدم ادائیگی ایک بندے کے لیے اللہ کی طرف سے ملنے والی خصوصی عنایت و حفاظت کے خسارے اور نقصان کا ذریعہ ہے، صبح یعنی فجر کی نماز کی محافظت و مداومت قابل دید عمل ہے، ایسا عمل کہ جس کی پابندی اور ادائیگی پر اللہ کی خاص عنایت ہی نہیں بلکہ اللہ کی خصوصی حفاظت بھی بندے کو میسر ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ''

''جس نے صبح کی نماز پڑھی تو وہ اللہ کے ذمہ میں ہے'' [صحيح مسلم:٦٥٧]

۵۔ پوری رات قیام اللیل کے اجر کا نقصان:

شریعت اسلامیہ مختلف قسم کے اعمال پر بندۂ مومن کو بے شمار اجر کا حق دار ٹھہراتی ہے، انہی اعمال میں سے ایک عمل جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد فجر کی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا بھی ہے، جس کی ادائیگی کے بعد رات بھر قیام کا ثواب ملتا ہے جبکہ اس کی عدم ادائیگی قیام اللیل کے ثواب سے محرومی کا سبب ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ شَهِدَ الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ قِيَامُ نِصْفِ لَيْلَةٍ، وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ''

''جو عشاء کی جماعت میں حاضر رہے گا تو اسے آدھی رات کے قیام کا ثواب ملے گا اور جو عشاء اور فجر دونوں نمازیں

جماعت سے ادا کرے گا، اسے پوری رات کے قیام کا ثواب ملے گا'' [سنن ترمذی: ۲۲۱، صحیح]

٦۔ رب کے حضور فرشتوں کا بندوں کے تئیں گواہی نہ دینے کا نقصان:

فجر اور عصر کی اس کے وقت پر ادائیگی ایک بندۂ مومن کے لیے بڑی خوش بختی کی علامت ہے، کیونکہ یہی وہ نمازیں ہیں کہ جن کی ادائیگی کے بعد فرشتے اللہ کے پاس اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مولیٰ تیرے اس بندے کو جب میں نے چھوڑا تو نماز فجر یا نماز عصر میں مشغول تھا۔ مفہوم مخالف یہ کہ جو بندہ نماز فجر وعصر کو ادا نہیں کرتا اس کے تعلق سے رب کے پاس فرشتوں کے ذریعہ گواہی نہیں دی جاتی ہے جو کہ بہت بڑے گھاٹے کا سودہ ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ "

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ رات اور دن میں فرشتوں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں اور فجر اور عصر کی نمازوں میں (ڈیوٹی پر آنے والوں اور رخصت پانے والوں کا) اجتماع ہوتا ہے۔ پھر تمہارے پاس رہنے والے فرشتے جب اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ اپنے بندوں کے متعلق جانتا ہے، کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس گئے تب بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے''۔ [صحیح بخاری: ۵۵۵]

۷۔ قیامت کے دن کے نور کا نقصان:

اندھیری رات میں نماز کے لیے مسجدوں کا رخ کرنے والوں کے لیے نبی ﷺ نے یہ خوش خبری دی ہے کہ کل قیامت کے دن ایسے لوگوں کے لیے مکمل نور ہوگا۔ لیکن جنہوں نے رات کی تاریکی میں مسجدوں کا رخ نہیں کیا یعنی خصوصیت کے ساتھ نماز فجر کو ادا نہیں کیا ایسے لوگوں کو قیامت کے دن نور نصیب نہیں ہوگا جو کہ ان کے لیے بہت بڑے خسارے کی بات ہوگی۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

عَنْ بُرَيْدَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ

بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اندھیری راتوں میں مسجدوں کی طرف چل کر جانے والوں کو قیامت کے دن پوری روشنی کی خوش خبری دے دو" [سنن ابی داؤد: ٥٦١، صحیح]

۸۔ دنیا و مافیہا کے اجر وثواب کو حاصل نہ کر پانے کا نقصان:

نماز فجر سے پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ کی فضیلت یہ ہے کہ اس کو پڑھنے والا گویا دنیا و مافیہا کے خزانوں کا مالک بن جاتا ہے، فجر کی دو رکعت سنت دنیا اور دنیا کے اندر جو کچھ بھی ہے اس سے بہتر ہے، جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

"رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا" "فجر کی دو رکعت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے" [صحیح مسلم: ٧٢٥]

جب نماز فجر کی سنت کی اتنی عظیم اہمیت ہے تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ فجر کی فرض نماز کی اہمیت وفضیلت اور اس کو اس کے وقت پر ادا کرنے کا کتنا بڑا ثواب ہوگا، جبکہ سنت فجر اور نماز فجر سے محرومی کتنے بڑے خسارے کا باعث بنتی ہوگی۔

۹۔ خیر و برکات اور اچھائیوں کا نقصان:

نبی ﷺ کی زبانی صلاۃ عشاء و فجر خیر و برکات سے پر ہے، ان دو نمازوں کی ادائیگی بے شمار نیکیوں اور ثواب کے ذخائر جمع کرنے کا سبب ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي صَلَاةِ الْعِشَاءِ، وَصَلَاةِ الْفَجْرِ، لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا"

"اگر لوگوں کو عشاء اور فجر کی نماز کا ثواب معلوم ہو جائے تو وہ ان دونوں نمازوں میں ضرور آئیں گے، خواہ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے کیوں نہ آنا پڑے" [سنن ابن ماجۃ: ٧٩٦، صحیح]

جہاں مذکورہ دو نمازیں خیر و برکت کا ذریعہ ہیں وہیں ان کی عدم ادائیگی بہت بڑے اجر وثواب کے خسارے و نقصان کا باعث بھی ہیں۔

محترم قارئین! احادیث کی روشنی میں نمازِ فجر کو ترک کرنے کے یہ چند خسارے اور نقصانات ہیں، جو نقصانات معمولی نہیں ہیں، اس لیے ہمیں کسی بھی صورت نمازِ فجر کو چھوڑ کر خسارے کا سودا بالکل نہیں کرنا چاہیے، جیسے تیسے نیند کو قربان کر کے ہمیں فجر کو اس کے وقت پر ادا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے تاکہ مذکورہ خساروں سے بچ کر ہم خیر کے حقدار بن سکیں اور زندگی کا جو بنیادی مقصد رب کی عبادت ہے اس کے ذریعہ اس کی خوشنودی حاصل کر کے جنت کے مستحق بن سکیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نمازِ فجر کو اس کے وقت پر ادا کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

دولتِ دنیا اور علمائے دین

ممتاز احمد سلفی، گلبرگہ

مال ودولت اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک اہم نعمت ہے ، مال ودولت ہی پر انسانی زندگی کا انحصار ہے انسان اسے ضروریاتِ زندگی اور جائز لذتوں کے حصول میں خرچ کرتا ہے، مال سے آخرت کی زندگی سنوارنے کے لیے خیر کے امکانات متوقع ہوتے ہیں، ایک مالدار مسلمان اپنے مال کے ذریعہ بہت سے کارِ خیر انجام دینے کے مواقع پالیتا ہے جس کا ایک غریب آدمی تصور تک بھی نہیں کرسکتا، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مال ودولت کے حصول کی مختلف شکلیں بیان کرنے کے ساتھ جائز شکلوں سے حصولِ مال کی خصوصی تاکید فرمائی، اسلام کی انہی رہنمائیوں کی وجہ سے خیر القرون میں لوگ حصولِ مال ودولت کے لیے اپنی بساط بھر کوشش کرتے اور اپنے جمع شدہ مال سے امور خیر انجام دیتے اور جو لوگ مال ودولت سے محروم رہتے انہیں اس کا قلق رہتا کہ ہم اگر مالدار ہوتے تو اپنے مال سے کارِ خیر میں مالداروں کی طرح حصہ لیتے اور اجروثواب میں ان کے برابر ہوتے ، جیسا کہ اسی طرح کا ایک واقعہ صحابۂ کرام کے حوالے سے ملتا ہے، جو درج ذیل حدیث میں موجود ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ :"جَاءَ الفُقَرَاءُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ مِنَ الأَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ العُلَا، وَالنَّعِيمِ المُقِيمِ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنْ أَمْوَالٍ يَحُجُّونَ بِهَا، وَيَعْتَمِرُونَ، وَيُجَاهِدُونَ، وَيَتَصَدَّقُونَ، قَالَ:أَلَا أُحَدِّثُكُمْ إِنْ أَخَذْتُمْ أَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ يُدْرِكْكُمْ أَحَدٌ بَعْدَكُمْ، وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ أَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِ إِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهُ تُسَبِّحُونَ وَتَحْمَدُونَ وَتُكَبِّرُونَ خَلْفَ كُلِّ صَلاَةٍ ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:" کہ کچھ نادار لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مال دار لوگ تو بڑے بڑے درجات اور دائمی عیش لے گئے کیونکہ ہماری طرح وہ نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح وہ روزے بھی رکھتے ہیں لیکن ان کے پاس مال ودولت کی فراوانی ہے جس سے وہ حج ،عمرہ ، جہاد اور صدقہ وخیرات بھی کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی بات نا بتادوں کہ اس پر عمل کر کے تم ان لوگوں تک پہنچ جاؤ گے جو تم سے سبقت لے گئے اور تمہارے بعد تمہیں کوئی بھی نا پاسکے گا اور تم جن لوگوں میں ہو ان سے بہتر ہو جاؤ گے سوائے اس شخص کے جو اس کے مثل عمل کرے، ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳

مرتبہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔[صحیح بخاری:۸٤۳]

مذکورہ حدیث کے علاوہ ایک دوسری حدیث میں مزید یہ بھی ہے کہ کچھ دن بعد پھر انہی غریب صحابہ نے نبی ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا کہ ہمارے بھائیوں کو بھی وہ اذکار معلوم ہو گئے اور ان لوگوں نے بھی وہی اذکار پڑھنا شروع کر دیا ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيهِ مَنۡ يَّشَاءُ﴾

''یہ اللہ کا فضل ہے اللہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے''[صحیح مسلم:٥٩٥]

مذکورہ حدیث سے صحابۂ کرام کا مال سے خیر کے کام میں آگے بڑھنے کا جذبہ معلوم ہونے کے ساتھ مال ودولت کو نبی ﷺ کا ''فضل اللہ'' سے تعبیر کرنا اس کی اہمیت کے لیے ایک ٹھوس دلیل ہے، صاحبِ مال کا اپنے مال سے غریبوں کو قرضِ حسنہ دینا یا معاف کر دینا یا کسی قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے انسان کے قرض کے بوجھ کو اتار کر اسے قرض سے نجات دلانا، بیواؤں، یتیموں کا خیال رکھنا، اپنے قریبی رشتہ داروں اور پڑوسیوں میں سے غریب محتاج لوگوں کی دست گیری کرنا دینی اداروں کے تعاون اور مسجد کی تعمیر میں حصہ لینا، خیراتی اداروں میں شریک ہونا غرضیکہ اس طرح مالی اخراجات سے حصولِ ثواب کے ذرائع وسیع ہیں جن کے لیے مال کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ صحابۂ کرام میں سے کئی اصحاب نے اپنے مال سے اسلام اور مسلمانوں کی انتہائی نازک حالات میں مدد فرمائی اور ان کی اس کوشش کو نبی ﷺ نے قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور ان کے لیے حوصلہ افزا باتیں کیں مثلاً بئرِ رومہ خرید کر وقف کرنے کا موقع ہو یا مختلف غزوات بالخصوص غزوۂ تبوک کے موقع پر مال کی فراہمی میں اس کی شاندار مثالیں کتبِ سیرت میں موجود ہیں، اسلام یہ نہیں چاہتا کہ انسان غربت وافلاس کی زندگی گزارے بلکہ انسان معاشی اعتبار سے درست رہے یہ اسلام کا مطلوب ہے اسی لیے اسلام نے زکوٰۃ وصدقات اور معاشی توازن برقرار رکھنے کی مختلف تدابیر بیان کی ہے اتنا ہی نہیں بلکہ اسلام نے اپنے پاس مال ودولت اکٹھا کرنا اور اپنی اولاد کو مالدار اور غنی پوزیشن میں چھوڑنا بہتر قرار دیا جیسا کہ نبی ﷺ کی واضح حدیث ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ حجۃ الوداع میں میری عیادت کے لیے تشریف لائے میں اس وقت مکہ میں تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

''إِنَّکَ أَنۡ تَذَرَ وَرَثَتَکَ أَغۡنِيَاءَ، خَيۡرٌ مِنۡ أَنۡ تَذَرَهُمۡ عَالَةً يَتَکَفَّفُونَ النَّاسَ''

''تم اپنے وارثوں کو اپنے بعد مالدار چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں''[صحیح بخاری:١٢٩٥]

ان حقائق سے مال ودولت کی فراہمی میں اسلام کا مزاج بآسانی معلوم ہوجاتا ہے کہ ہر مسلمان کو مال ودولت کے حصول کی کوشش کرنا چاہیے بلکہ جمعہ جیسے مقدس دن نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد اس سلسلے کی کوشش کرنے کی ترغیب دی گئی۔

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾

''جب نماز ادا ہوجائے تو زمین میں منتشر ہوجاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو'' [الجمعه: ١٠]

دورِ حاضر کی ایک تلخ حقیقت ہے کہ ایک عام آدمی مال ودولت کے لیے کوشش کرے تو اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن اسی مقصد کے لیے ایک عالم دین کوشش کرے تو اسے سماج معیوب گردانتا ہے بلکہ مال ودولت کو علمائے دین کے لیے شجرِ ممنوعہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک عام آدمی کے مقابلے میں ایک عالم کا مالدار ہونا زیادہ ضروری ہے کیونکہ حلت وحرمت کا علم ہونے کی وجہ سے حلال وپاکیزہ روزی علم ومعرفت رکھنے والے کے لیے کمانا آسان ہے جبکہ ایک عامی کے پاس اتنا علم نہیں ہوتا کہ حلال وحرام کے معاملے میں شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے مال کمائے، اسی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان جاری کر دیا تھا کہ:

'' لَا يَبِعْ فِي سُوقِنَا إِلَّا مَنْ قَدْ تَفَقَّهَ فِي الدِّينِ''

''کہ جو دین کے بارے میں جانکاری نہیں رکھتا وہ ہمارے بازار میں تجارت نا کرے'' [سنن ترمذی:٤٨٧]

ظاہر سی بات ہے کہ دین اور تجارت کے باب میں علماء کے بالمقابل عوام کی معرفت کم ہی ہوا کرتی ہے اس لیے علماء اس میدان کے زیادہ اہل ہیں، اسی طرح ایک عالم جب معاشی اعتبار سے مضبوط ہوتو اس کی دعوتِ دین کے اثرات الگ ہی مرتب ہوتے ہیں اور جب وہ معاشی بحران کا شکار رہا اور اس کے معاش کا معاملہ قوت لا یموت کی شکل میں کسی فرد یا سوسائٹی پر منحصر ہوتو نا تو کماحقہ دین کی نشر واشاعت ہوسکتی ہے اور نا ہی حق بیانی اور بے باکی کی وہ صفت پیدا ہوسکتی ہے جو مالدار اور بے نیاز داعیان دین کے اندر عموماً ہوا کرتی ہے اور کبھی تو صلاحتیں بھی غربت کی نذر ہوکر برباد ہوجاتی ہیں اور امت کا علم سے مزین یہ اثاثہ ضائع اور برباد ہوجاتا ہے، اسی لیے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ اپنا مال اہل علم پر خرچ کرتے تاکہ علماء مال ودولت سے تہی دامن نا ہوں بلکہ بے نیازی کے ساتھ دعوتِ دین کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دیں اور جب ان سے اس بابت سوال کیا گیا تو اس وقت انہوں نے جو جملہ کہا اس میں یہی سبب واضح کیا، چنانچہ آپ نے فرمایا:

''وإن أغنيناهم نشروا العلم لأمة مُحَمَّد صلى الله عليه وسلم ولا أعلم بعد النبوة درجة

أفضل من بث العلم“

”کہ اگر انہیں ہم مال ودولت سے بے نیاز کردیں گے تو یہ لوگ امت میں علم کی نشر واشاعت کا کام انجام دیں گے اورمیرے نزدیک نبوت کے بعد سب سے افضل درجہ علم دین کی نشر واشاعت ہے“[تهذيب الكمال:١٦/٢٠]

یہی وجہ تھی کہ صحابۂ کرام اور بعد کے اسلاف حصول مال ودولت کے لیے ایک بابرکت پیشہ تجارت سے وابستہ تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تجارت کرنا مشہور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مال ودولت کمانے میں انہماک کا اندازہ درج ذیل روایت سے بخوبی ہوتا ہے:

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ:” أَنَّ أَبَا مُوسَى الأَشْعَرِيَّ اسْتَأْذَنَ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، وَكَأَنَّهُ كَانَ مَشْغُولًا، فَرَجَعَ أَبُو مُوسٰى، فَفَرَغَ عُمَرُ، فَقَالَ:أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ائْذَنُوا لَهُ، قِيلَ:قَدْ رَجَعَ، فَدَعَاهُ فَقَالَ:كُنَّا نُؤْمَرُ بِذٰلِكَ ، فَقَالَ:تَأْتِينِي عَلٰى ذٰلِكَ بِالْبَيِّنَةِ، فَانْطَلَقَ إِلٰى مَجْلِسِ الأَنْصَارِ، فَسَأَلَهُمْ، فَقَالُوا:لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلٰى هٰذَا إِلَّا أَصْغَرُنَا أَبُو سَعِيدٍ الخُدْرِيُّ، فَذَهَبَ بِأَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ، فَقَالَ عُمَرُ:أَخَفِيَ هٰذَا عَلَيَّ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالأَسْوَاقِ يَعْنِي الخُرُوجَ إِلٰى تِجَارَةٍ“

عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ:”ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملنے کی اجازت چاہی لیکن اجازت نہیں ملی، غالباً اس وقت کام میں مشغول تھے اس لیے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے، پھر عمر رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں نے عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری) کی آواز نہیں سنی تھی، انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو، بتایا گیا کہ وہ لوٹ کر چلے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا، ابوموسیٰ نے کہا کہ ہمیں اسی کا حکم تھا (یعنی نبی ﷺ نے بتایا تھا کہ تین مرتبہ اجازت طلب کرنے پر اجازت نا ملے تو واپس ہو جاؤ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس حدیث پر کوئی گواہ لاؤ، چنانچہ ابوموسیٰ انصار کی مجلس میں گئے اور ان سے اس حدیث سے متعلق پوچھا، ان لوگوں نے کہا کہ اس کی گواہی تو تمہارے ساتھ وہ دے گا جو ہم سب میں بہت ہی کم عمر والا ہے چنانچہ وہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے گئے، یہ (گواہی) سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ کا ایک حکم مجھ سے پوشیدہ رہ گیا، افسوس کہ مجھے بازاروں کی خرید وفروخت نے مشغول رکھا یعنی تجارتی مشاغل کی وجہ سے اس حدیث کا علم نا ہوسکا“[صحيح بخاری:٢٠٦٢]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مال ودولت کے معاملے میں مقام واضح ہے بئر رومہ کو خرید کر لوگوں کے لیے وقف

کرنے سے لے کر مسجد نبوی کی توسیع کے کل اخراجات اکیلے برداشت کرنے اور جنگ تبوک کے موقع پر کئی بار مال دینے پر بزبان رسول ﷺ یہ بشارت پائی:

" مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ "

"آج کے بعد عثمان جو کچھ بھی کریں ان کا کوئی کام انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا" [سنن ترمذی: ۳۷۰۱]

اصحاب رسول نے مختلف مشکل اوقات میں مسلمانوں اور اسلام کی بے مثال مالی مدد فرمائی جو کتب حدیث اور تاریخ کی معتبر شہادتوں کی شکل میں معروف ومشہور ہے۔

مال ودولت کا حصول نبی ﷺ کے زمانے اور بعد کے ادوار میں صحابۂ کرام میں ایک مستحسن اقدام تھا، یہی وجہ تھی کہ مدینہ میں مال دار صحابہ کی ایک اچھی تعداد تھی جن میں حضرت زبیر بن عوام، طلحہ بن عبید اللہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

یہ وہ حقائق ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ مال ودولت کو جمع کرنے کا تصور خیر القرون میں تھا اور اسے زہد وتقویٰ کے منافی نہیں سمجھا جاتا تھا، خیر القرون کے ادوار پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف مال ودولت خود بھی حاصل کرتے اور دوسروں کو بھی حصول دولت کی تاکید فرماتے اور انسانی زندگی میں مال ودولت کی ضرورت پر روشنی ڈالتے تھے، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ قول منسوب ہے کہ:

"دِيْنُكَ لِمَعَادِكَ، وَدِرْهَمُكَ لِمَعَاشِكَ، وَلَا خَيْرَ فِي أَمْرٍ بِلَا دِرْهَمٍ"

"یعنی تمہارا دین (اصلاً) تمہاری اخروی زندگی کے لیے ہے اور تمہارا مال تمہاری دنیاوی زندگی کی ضرورت ہے اور مال کے بغیر کسی معاملے میں کوئی بھلائی نہیں ہے" [شعب الایمان: ۱۱۹۶]

اسی طرح سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے متعلق اس حوالے سے ایک مشہور دعا درج ذیل ہے:

"اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي مَالًا أَسْتَعِينُ بِهِ عَلَى فِعَالٍ، فَإِنَّهُ لَا فِعَالَ إِلَّا بِالْمَالِ"

"اے اللہ تو مجھے مال عطا فرما جس سے امور پر مدد لے سکوں کیونکہ امور بغیر مال کے طے نہیں پاتے ہیں" [اصلاح المال لابن ابی الدنیا: ۵۳]

اسی طرح مال ودولت سے متعلق سفیان ثوری رحمہ اللہ کے متعدد اقوال ملتے ہیں جو مال کی ضرورت واضح کرتے ہیں، آپ فرمایا کرتے تھے:

"لَأَنْ أُخَلِّفَ عَشْرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ يُحَاسِبُنِي اللّٰهُ عَلَيْهَا، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْتَاجَ إِلَى النَّاسِ"

’’میں دس ہزار درہم چھوڑ کر دنیا سے جاؤں جن سے متعلق اللہ کے یہاں مجھے حساب دینا ہو یہ میرے لیے بہتر ہے کہ میں لوگوں کا محتاج رہوں‘‘

اسی طرح رواد بن الجراح کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

’’كَانَ المَالُ فِيمَا مَضَى يُكْرَهُ، فَأَمَّا اليَوْمَ، فَهُوَ تُرْسُ المُؤْمِنِ‘‘

’’مال پچھلے لوگوں میں ناپسند کیا جاتا تھا لیکن آج مال و دولت مومن کے لیے ڈھال کی مانند ہے‘‘

ایسے ہی محمد بن عبد اللہ الباہلی کہتے ہیں کہ:

ایک آدمی سفیان ثوری رحمہ اللہ سے حج کے سلسلے میں مشورہ لینے آیا تو آپ نے اس شخص کو کچھ مفید مشورے دیئے اور جب ایک آدمی کی نظر آپ کے ہاتھ میں موجود دینار پر پڑی اور اس نے حیرت کا اظہار کیا تو آپ نے اسے خاموش رہنے کا حکم دیتے ہوئے کہا کہ:

’’فَلَوْ لَا هٰذِهِ الدَّنَانِيْرُ لَتَمَنْدَلَ بِنَا هٰؤُلَاءِ المُلُوْكُ ‘‘

’’کہ اگر ہمارے پاس مال نا ہوتا تو امراء اور بادشاہ ہمیں رومال بنا لیتے‘‘ [تهذيب الكمال: ١١/١٦٨، سير أعلام النبلاء: ٧/٢٤١]

یہ سطور اس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ مال و دولت مسلمانوں کی نگاہ میں ایک غیر معمولی اہمیت کا حامل ہونا چاہیے، عوام اور اہل علم ہر طبقے کے مسلمانوں کو اپنی صلاحیتوں کو استعمال کر کے حلال اور پاکیزہ روزی کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے بالخصوص موجودہ دور میں اہلِ علم طبقہ بھی اسے حاصل کرنے کو نا تو خود عیب تصور کرے اور نا ہی عوام کو اہل علم کے لیے اس کام کو خلافِ معمول اور معیوب گرداننا چاہیے البتہ مال و دولت کے حصول کے موقع پر حلال طریقے سے حاصل کرنے کا مزاج ہو، حلال راستوں میں خرچ کیا جائے اور اپنے مال کو اللہ کی نعمت تصور کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کی آمد و خرچ سے متعلق سوال کرے گا، مال سے دنیا بنانے کے بالمقابل اللہ کی رضا کے کاموں میں خرچ کر کے آخرت سنوارنے کا نظریہ ملحوظ رہے کہ یہی مال کے استعمال کا بہترین مصرف ہے۔

اللہ ہم سب کو مال حلال کمانے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆

☆

گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

محمد محبّ اللہ بن محمد سیف الدین المحمدی

الحمدللّٰہ والصلاۃ والسلام علٰی نبیہ ومصطفاہ محمد وعلٰی آلہ وأصحابہ وأتباعہ ومن والاہ. اللھم أجرنا فی مصیبتنا ،واخلف لنا خیرا منھا.

رحلت یا شیخنا (نیازالمدنی) والأرض مجدبة

وکنت بالعلم أبراقا وأمطارا

اس کارگاہ ہستی میں انسانوں کی آمدورفت کا سلسلہ ابتداء ہی سے جاری ہے، چمنستان دہر کا ہر پھول اپنی جداگانہ حیثیت اور شناخت کے ساتھ آتا اور چلا جاتا ہے، ہمارے شیخ **''نیاز احمد طیب پوری مدنی رحمۃ اللہ علیہ''** کو اس عالم خاک وبو میں تقریباً ۶۰ سال کی فرصتِ حیات ملی۔

۷/ ۱/ ۱۹۶۳ء میں انہوں نے اس جہاں ناسوت میں آنکھ کھولی۔

۳/ ۱۰/ ۲۰۲۲ء میں آنکھ موند لی اور اپنے پیچھے سوگواروں کا ایک انبوہ چھوڑ گئے، آپ تو چلے گئے لیکن آپ کی یادیں، ذکریات، جہود، مساعی، مآثر، مناشط اور خدمات کا چمن لہلہا رہا ہے۔

ما مات من ذكره باقٍ وسيرته ‏ ‏ ‏ ‏ في كل قلب لها فيض وأنوار

یوں تو دنیا میں آنے والے ہر انسان کو ایک نہ ایک دن جانا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے لیکن علم وادب کا نفیس ذوق رکھنے والی ایک ایسی بالغ نظر، روشن دماغ اور پہلودار شخصیت کی وفات جس کا وجود سائبان کی طرح ہو، جس کی حیثیت گویا شمس وقمر کی مانند ہو کہ اس کی ضیا پاشیوں سے ایک دنیا منور ہو اور جس نے ایک لمبے عرصے تک تعلیم وتدریس کی بساط بچھائی رکھی ہو اور علم وعرفان کی قندیلیں روشن کی ہوں اور دین حق کا صحیح شعور، منہجِ سلف اور اسلام کی حقانیت عام کرنے میں اپنی پوری طاقت نچوڑ دی ہو، ایسے بافیض معلم ومربی کی وفات انتہائی دکھ وافسوس اور رنج وغم کی بات ہے، اور انسانی تاریخ کا بہت بڑا نقصان ہے۔

گویا شاعر کی زبانی:

سورج کی موت چاندستاروں کی موت ہے ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ایک کی نہیں ہے، ہزاروں کی موت ہے

أيها الراحل المحبوب معذرة ‏ ‏ ‏ ‏ اذا طغی من بحار الحزن تيار

شیخ سے پہلا تعارف:

بات ۲۰۱۶ء کی ہے جب میرا داخلہ جامعہ محمد یہ منصورہ مالیگاؤں میں ہوا، ایک دن شام میں مسجد ''عائشہ الدعیج'' میں شیخ نیاز رحمہ اللہ سے میرا علیک سلیک ہوا اور یہ میری پہلی بالمشافہ شیخ سے ملاقات ہے، یوں تو شیخ کے کئی مضامین اور اداریہ ''صوت الحق'' و ''البلاغ'' میں پڑھ چکا تھا، غائبانہ عقیدت تو مدت مدید سے تھی۔

اس ملاقات نے عقیدت ومحبت کو دوبالا کردیا، اتنی اپنائیت، محبت اور تپاک سے ملے کہ میں رام ہوگیا۔

جامعہ پہنچنے کے چند دنوں بعد ہی شیخ کا پہلی دفعہ خطبۂ جمعہ سنا، خطبہ اتنا پراثر تھا کہ ابھی تک اس خطبے کے بعض اہم نکات ذہن کے گوشے میں محفوظ ہیں، شیخ کا موضوع تھا ''انسانی زندگی میں گناہوں کے اثرات'' میں نے دیکھا کہ بہت سارے طلاب شیخ کے خطاب کو اپنی ڈائری میں نوٹ کررہے ہیں۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

شیخ رحمہ اللہ کی اکثر گھنٹیاں کلیہ عائشہ میں تھیں، تاہم ایک دو گھنٹی غالباً مسلم شریف وغیرہ آپ کلیہ کے طلباء کو پڑھاتے تھے۔

شیخ سے میں نے بھی استفادہ کی کوشش کی تھی، بعض دفعہ عصر کی نماز کے بعد جب شیخ مسجد سے نکلتے تو میں آپ کے پیچھے لگ جاتا، درس کے متعلق یا خارج درس کے سوالات کرتا اور شیخ سے مستفید ہوتے رہتا یہاں تک کہ آپ ''فرینہ منزل'' تک پہنچ جاتے، کئی دفعہ شیخ نے مجھے اپنے گھر اور لائبریری میں بلایا اور بعض کتابیں بھی دکھائیں۔

شیخ دعوتی مزاج کے تھے، ملت کا درد وتڑپ تھا، آپ مسلمانوں کی تعلیمی پستی وزبوں حالی کو دیکھ کر کافی بے چین رہتے تھے، نوجوانوں کے بگڑتے ہوئے حالات اور سماج ومعاشرے کی گندی سیاست واوچھی حرکت سے آپ کافی غمگین رہتے تھے، شیخ نے اس طرح کے کئی واقعات کا ذکر کیا ہے، خوفِ طوالت کی بنا پر یہاں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

شیخ رحمہ اللہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ مکتب کی تعلیم ٹھوس دی جائے، کمیت سے زیادہ کیفیت پر توجہ دی جائے، وغیرہ وغیرہ۔

کرونا لاک ڈاؤن سے پہلے کی بات ہے، جب والد محترم نے مجلّہ ''نوائے ابوعبیدہ'' نکالنے کا فیصلہ کیا تو میں نے شیخ سے اس کا تذکرہ کیا، چنانچہ شیخ نے کافی مسرت کا اظہار فرمایا اور ایک مضمون بھی اس نومولود مجلّہ کے لیے قلمبند کیا اور تہنیت وتبریک کے ایک خط بھی لکھے، شیخ رحمہ اللہ ہم طلبہ کو مطالعہ کرنے پر ابھارتے تھے، لکھنے (مضمون نگاری، تخلیص نگاری وغیرہ) کی تلقین وتاکید کرتے تھے، آپ اپنے منفرد ونرالے انداز میں کہا کرتے تھے ''لکھو، لکھنا لکھنے

سے آتا ہے'' لکھنا سیکھو'' پڑھو پڑھنا پڑھنے سے آتا ہے''

شیخ طلباء کو اکثر کہا کرتے تھے کہ لائبریری جایا کرو، مطالعہ کرو اور سکون سے کرو اور اپنے ساتھ ایک ڈائری ہمیشہ رکھو، بہت سارے طلباء سوچتے ہیں کہ مطالعہ تو کرتے ہیں لیکن ذہن میں کچھ باقی نہیں رہتا تو معاملہ ایسا نہیں ہے، بلکہ دماغ تو امانت دار چور ہے۔

شیخ نے مجھے ایک اہم کتاب ہدیہ کیا ہے'' بچے کیوں بگڑتے ہیں'' کہتے تھے، اس سے اہم اہم نکات تلاش کرکے تم لوگ خطبہ میں بیان کرنا، اس کا افادہ عام کرنا، اسی طرح شیخ محترم نے اپنی تالیف کردہ ایک کتاب بزبان ہندی کے ۱۵ نسخے ہدیہ دیئے اور کہا کہ اپنے اردگرد کے غیر مسلم بھائی کو بعض نسخے دینا تاکہ وہ اسلام کا مطالعہ کرے اور عنف وتشدد ختم ہو اور اللہ نے اگر توفیق دیا تو وہ اپنی مرضی سے دامن اسلام میں بھی پناہ لیں گے۔ (ان شاء اللہ)

لہٰذا میں نے شیخ کی نصیحت پر عمل کیا اور اپنے بعض ہندو اساتذہ کو وہ کتابیں دیں۔

شیخ رحمہ اللہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ لوگ تعبیر کے فقیر ہوتے ہیں، ایک دفعہ میں اپنے ہی قریبی رشتہ دار کی وفات پر اس کے گھر گیا ہوا تھا تو لوگوں کو دیکھ رہا ہوں اس مصیبت عظمیٰ میں حال چال پوچھ رہے ہیں اور کیا خیریت ہے؟ طبیعت پانی سب ٹھیک ہے نا؟ بتایئے مصیبت، رنج وملال، غم واندوہ کا پہاڑ ہے ایسے موقعہ پر اس طرح کے جملے واقعی تکلیف دہ ہوتے ہیں۔

شیخ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ مزاحا بتایا کہ بریلوی و دیوبندی ایک مٹر کے دو دانے ہیں۔

اسی طرح ایک دفعہ بتا رہے تھے کہ بعض منکرین حدیث سے جب ہم نے بات کیا تو پتہ چلا کہ سب جاہل ہیں، ان میں سے کئی ایک تو خیاط ہیں، کپڑا وغیرہ سلتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ،

شیخ کے اوصاف:

هم الرجال اذا ما جئت تمدحهم سمت على الحرف تيجان وأزهار

شیخ رحمہ اللہ ریا ونمود سے دور رہتے، صاف وشفاف سینہ، بغض وحسد سے دور، مصقل ومصفیٰ دل، فرط ذکاوت، اخاذ ذہن، قوی حافظہ، مضبوط ذاکرہ اور ایک زندہ دل، شگفتہ مزاج، مرنجا مرنج انسان تھے۔

شیخ کی دو ممتاز خوبی جسے میں نے شیخ کی زندگی میں خاص کر دیکھا۔

۱۔ مولانا مرحوم ایک ظریف انسان تھے بسا اوقات لطیف سا مذاق بھی کرلیا کرتے تھے، ایک مرتبہ شیخ ہمارے بزم صحافت کی صدارت کررہے تھے، طلباء کرام اپنا مقالہ پیش کررہے تھے، اسی اثناء میں ایک ساتھی نے مطالعہ کی

اہمیت پر مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے بعض اسلاف ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے زندگی میں تین دن ہی مطالعہ نہ کر پائے تھے، ان میں سے ایک دن وہ رات جس میں آپ ازدواجی زندگی سے منسلک ہوئے تھے، یعنی شب زفاف، تو شیخ نے مسکراتے ہوئے صدارتی خطاب میں کہا کہ دیکھو تم لوگ ایسا نہ کرنا، ورنہ قوی اندیشہ ہے بھاگ جائے گی، پھر شیخ نے مطالعہ کے آداب، اصول اور ضوابط پر مفصل و جامع خطاب کیا اور ہم سب محظوظ ہوتے رہے۔

۲۔ شیخ رحمہ اللہ ہمت افزائی میں بھی بڑے فراخ دل تھے، کسی نئے لکھنے والے، پڑھائی میں محنت کرنے والے، اچھے نمبرات لانے والے یا کسی کے اندر کوئی بھی اچھی خوبی ہوتی تو آپ جم کر داد دیتے، تشجیع وتحفیز کرتے اور نیک مشوروں سے نوازتے، ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازتے، مزید جدوجہد اور کدوکاوش کرنے کو کہتے اور باکمال دیکھنے کی تمنا کرتے تھے۔

گویا آپ زبان حال سے یہ کہہ رہے ہوتے کہ اڑواڑتے جاؤ اور آسمان کو پہنچ جاؤ، سورج کو چھولو۔

من كان فوق محل الشمس موضعه

فليس يرفعه شيء ولا يضع

ان اوصاف کے علاوہ بہت ساری خوبیاں تھیں فقید رحمہ اللہ میں مثلاً: زبان میں مٹھاس اور حلاوت تھی، قلم میں روانی اور سنجیدہ بیانی تھی، نقد ونظر میں ژرف نگاہی، تنقید میں سلامت روی تھی، غرض کہ ان کی زندگی کے کسی گوشہ میں بھی ہنگامہ آرائی نہ شور وشر، تصنع وتزخرف، تکلف اور بناوٹ نہ تھی، وغیرہ وغیرہ۔

اس کے اوصاف حمیدہ اور بھی تو ہیں بہت — ذات میں اس کی چمکتے ہیں وہ جیسے کہکشاں
جنت الفردوس میں اس کے مراتب ہوں بلند — مہرباں اس پر رہے ہر آں خدائے مہرباں

آمین

ہجوم اشغال:

شیخ نے اپنی زندگی کا ایک ایک حصہ کام میں لگایا، درس وتدریس، دعوت وتبلیغ، بحث وتحقیق، تصنیف وتالیف اور خطابت وصحافت وغیرہ میں مشغول ومصروف رہے، آپ کے استغلالِ وقت کا اندازہ کیجیے کہ آپ سفر میں بھی پڑھتے لکھتے رہتے تھے، ہندی زبان میں بخاری کی شرح جو آپ نے لکھا تو آپ بتا رہے تھے کہ ہم نے سفر میں بھی اس پر کام کیا ہے، شیخ قلم کے دھنی تھے، بہت شستہ شگفتہ لکھتے، چھوٹے چھوٹے جملے لکھتے اور ایسا لکھتے کہ بس پڑھتے جائیے، اکتاہٹ آپ کی کسی تحریر سے نہیں ہوتی ہے، آپ کی تحریر حشو وزوائد واطناب سے پاک ہوتی، جدت وابتکار آپ کی

نمایاں خوبیوں میں سے ہے، اس کے ثبوت کے لیے آپ کا وہ علمی وقلمی سرمایہ ہے جو آپ نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ گویا:

میرے قلم نے مذاق حیات بدلا ہے
بلندیوں پہ اڑا ہوں، سماء سے کھیلا ہوں

قارئین کی طرف سے یہ صدا کہ:

تشنگی جم گئی پتھر کی طرح ہونٹوں پر
ڈوب کر بھی تیرے دریا سے پیاسا نکلا

ہمارے شیخ مختلف پریشانیوں اور ہجوم اشغال کے باوجود سارے بکھیڑوں اور ذمہ داریوں سے فراغت کر کے اپنی شخصیت کو باغ و بہار بنا لیا کرتے تھے، لکھتے پڑھتے رہتے تھے، محفل میں ہیں تو بے تکلف ہیں، باغ و بہار بنے ہیں، خطابت کے منبر اور اسٹیج پر ہیں تو سامعین پر حکمراں ہیں، شگفتگی اور ٹھہراؤ تو شیخ کا خاص اسٹائل تھا۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ رحمہ اللہ کو زبان وقلم کا مضبوط ملکہ دیا تھا، بولتے کیا تھے موتی رولتے تھے اور سننے والے سر دھنتے تھے، اردو زبان ہو یا عربی، ایسے جاذب و دل کش انداز اور دل پذیر و پراثر اسلوب میں لکھتے تھے کہ اس کا اثر پڑھنے والے اپنے دل پر محسوس کرتے تھے اور یہ کہنے پر مجبور ہوتے تھے:

بے سبب دل نہیں کھنچتا تری باتوں کی طرف
کچھ نہ کچھ بات محرر! تری تحریر میں ہے

معزز قارئین! یہ چند سطور یاد ماضی کے چند حسین لمحات سے مقتبس ہیں، باتیں بہت ہیں لیکن اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

ع۔ سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

اخیر میں یہ وضاحت ضرور کرنا چاہتا ہوں کہ شیخ ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے بہت عظیم تھے لیکن بشر ہی تھے خطا وچوک بشر سے ہی ہوتا ہے، کمال تو بس رب تعالیٰ کی خصوصیت ہے، دعا ہے کہ مولائے کریم شیخ کی خدمات کو قبول فرمائے اور ذلات کو معاف فرمائے، جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین یارب العالمین

☆☆☆

(قسط رابع)

(اُن ثقہ رواۃ کا تذکرہ جن کی توثیق امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الضعفاء'' میں کی ہے)

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

☆ **(راوی نمبر:۱۲) سعید بن سمعان الانصاری رحمہ اللہ**

نام ونسب: سعید بن سمعان الانصاری الزرقی المدنی رحمہ اللہ

اساتذہ: آپ کے اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ (۲) ابن حسنہ الجہنی رحمہ اللہ

تلامذہ: آپ کے شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) ابوسعید سابق بن عبداللہ الجزری رحمہ اللہ (۲) محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابوذئب المدنی رحمہ اللہ

امام دارقطنی رحمہ اللہ عبداللہ بن زیاد بن سمعان کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

''**وسعيد بن سمعان ثقة، تابعي، مدني**'' ''**سعید بن سمعان ثقہ، تابعی اور مدنی ہیں**'' [الضعفاء والمتروکون بتحقيق موفق بن عبد الله: ص:۲۵۷، ت:۳۰۹]

راقم کہتا ہے کہ سعید بن سمعان المدنی رحمہ اللہ کا ترجمہ ''الکمال للمقدسی'' اور ''تہذیب الکمال للمزی'' میں موجود ہے لیکن آپ دونوں ائمہ کرام نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کی توثیق کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے ''تہذیب'' میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کی توثیق کا ذکر کیا ہے لیکن وہ یہ کتاب الضعفاء والی توثیق نہیں ہے بلکہ حافظ برقانی رحمہ اللہ کی نقل کردہ توثیق ہے۔

آپ رحمہ اللہ سنن ابوداؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ کے راوی ہیں۔

دیکھیں: [الكمال للمقدسي بتحقيق شادي بن محمد:۱۵۲/۵، ت:۲۸۶۷، وتهذيب الكمال للمزي بتحقيق بشار عواد:۴۹۰/۱۰، ت:۲۲۹۳، وتهذيب التهذيب:۴۵/۴، ت:۷۲، الناشر:مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند]

سعید بن سمعان الانصاری رحمہ اللہ کی بابت چند ائمہ کرام کے اقوال:

امام ابوالحسن علی بن عبداللہ المدینی البصری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۴ھ)

''**وهو عندنا ثقة**'' ''**سعید ہمارے نزدیک ثقہ ہیں**'' [سوالات محمد بن عثمان بن ابی شيبة لعلي بن المديني: ص:۱۳۰، ت:۱۶۳]

امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۶۱ھ)

"مدنی تَابِعِیّ ثِقَةٌ" ''سعید مدنی تابعی ہیں اور ثقہ ہیں'' [معرفة الثقات بتحقيق عبد العليم البستوى: ۱/۴۰۰، ت:۵۹۷]

امام حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ)

"ثقة، لم يصب الازدى فى تضعيفه" ''آپ ثقہ ہیں اور امام ازدی رحمہ اللہ نے آپ کو جو ضعیف کہا ہے، اُس میں آپ درستگی کو نہیں پہنچے'' [تقريب التهذيب بتحقيق محمد عوامة ،ص:۲۳۷، ت:۲۳۳۱]

مزید اقوال کے لیے دیکھیں: [تهذيب الكمال للمزى بتحقيق بشار عواد : ۱۰/۴۹۰ ،ت:۲۲۹۳]

فائدہ: امام احمد البرقانی رحمہ اللہ، امام دارقطنی رحمہ اللہ سے سعید بن سمعان کی بابت سوال کرتے ہیں تو آپ رحمہ اللہ جواباً عرض کرتے ہیں:

"مدنی ثقة" ''آپ مدنی ہیں اور ثقہ ہیں'' [سوالات البرقانى للدارقطنى بتحقيق القشقرى : ص:۳۳، ت:۱۸۲]

☆ **(راوی نمبر:۱۳) علی بن مسہر القرشی رحمہ اللہ**

نام ونسب: ابوالحسن علی بن مسہر القرشی الکوفی رحمہ اللہ

اساتذہ: آپ کے چند اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) اسماعیل بن ابو خالد الکوفی رحمہ اللہ (۲) سعید بن ابو عروبہ البصری رحمہ اللہ (۳) سلیمان بن مہران الاعمش رحمہ اللہ

تلامذہ: آپ کے چند شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) بشر بن آدم البغدادی رحمہ اللہ (۲) خالد بن محمد الکوفی رحمہ اللہ (۳) اسماعیل بن خلیل الکوفی رحمہ اللہ

امام دارقطنی رحمہ اللہ موصوف کے بھائی عبدالرحمٰن بن مسہر کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

"واخوه ثقة" ''عبدالرحمٰن کے بھائی علی بن مسہر ثقہ ہیں'' [الضعفاء والمتروكون بتحقيق موفق بن عبد الله: ص:۲۷۳، ت:۳۳۵]

راقم کہتا ہے کہ علی بن مسہر الکوفی رحمہ اللہ کا ترجمہ ''الکمال للمقدسی'' اور ''تہذیب الکمال للمزی'' میں موجود ہے لیکن امام مقدسی اور امام مزی رحمہما اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کی توثیق کا ذکر نہیں کیا ہے اور نا ہی امام ابن حجر رحمہ اللہ نے ''تہذیب التہذیب'' میں کیا ہے۔

آپ رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد وغیرہ کے راوی ہیں۔

دیکھیں:[الکمال للمقدسی بتحقیق شادی بن محمد:٧/٤١٠، ت:٤٦٤٠،وتهذيب الكمال للمزی بتحقيق بشار عواد:١٣٥/٢١، ت:٤١٣٧،وتهذيب التهذيب:٧/٣٨٣،ت:٦٢٣، الناشر:مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند]

علی بن مسہر الکوفی رحمہ اللہ کی بابت چند ائمہ کرام کے اقوال:

امام ابوعبداللہ محمد بن سعد البغدادی، المعروف بابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۰ھ)

"**و كان ثقة كثير الحديث**"، "**علی بن مسہر ثقہ کثیر الحدیث تھے**"[الطبقات الكبرىٰ بتحقيق محمد عبد القادر: ٦/٣٦١، ت:٢٦٩٩]

امام ابوزکریا یحییٰ بن معین البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳ھ)

"**كَانَ عَلِيّ بن مسْهر ثبتا......وَكَانَ عَلِيّ بن مسْهر اثبت من ابن نمير**"

"**علی بن مسہر ثبت (ثقہ مضبوط حافظہ والے) تھے......اور علی بن مسہر ابن نمیر رحمہ اللہ سے زیادہ اثبت ہیں**"[تاريخ ابن معين (رواية الدوری) بتحقيق احمد محمد:٤/٤٤، ت:٣٠٥٨]

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ)

"**من متقنى اهل الكوفة**"، "**اہل کوفہ کے متقن لوگوں میں سے ہیں**"[مشاهير علماء الامصار بتحقيق مرزوق علی ابراهيم :ص:٢٧٠، ت:١٣٥٧]

مزید اقوال کے لیے دیکھیں:[تهذيب الكمال للمزی بتحقيق بشار عواد :١٣٥/٢١، ت:٤١٣٧]

☆ (راوی نمبر:۱۴) اسماعیل بن عبیداللہ القرشی رحمہ اللہ

نام ونسب: **ابوعبدالحمید اسماعیل بن عبیداللہ بن ابوالمہاجر اقرم القرشی المخزومی الدمشقی رحمہ اللہ**

اساتذہ: آپ کے چند اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) انس بن مالک المدنی رضی اللہ عنہ (۲) سائب بن یزید الکندی رضی اللہ عنہ (۳) یزید بن نمران المذحجی رحمہ اللہ

تلامذہ: آپ کے چند شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) ربیعہ بن یزید الدمشقی رحمہ اللہ (۲) سعید بن عبدالعزیز التنوخی رحمہ اللہ (۳) عبداللہ بن عبدالرحمٰن الازدی رحمہ اللہ

امام دارقطنی رحمہ اللہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

"**وإسماعيل هذا ثقة**"، "**یہ اسماعیل ثقہ ہیں**"[الضعفاء والمتروكون بتحقيق موفق بن عبد الله:ص:٢٧٤، ت: ٣٣٦]

راقم کہتا ہے کہ اسماعیل بن عبید اللہ القرشی رحمہ اللہ کا ترجمہ ''الکمال للمقدسی'' اور'' تہذیب الکمال للمزی'' میں موجود ہے۔ امام مقدسی رحمہ اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کی توثیق کا ذکر نہیں کیا ہے جبکہ امام مزی رحمہ اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کی توثیق کا ذکر کیا ہے۔ والحمد للہ۔

آپ رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد وغیرہ کے راوی ہیں۔

دیکھیں:[الکمال للمقدسی بتحقیق شادی:۲۸٤/۳، ت:۱٦۳۸،وتهذیب الکمال للمزی بتحقیق بشار:۱٤۳/۳، ت:٤٦٥]

اسماعیل بن عبید اللہ القرشی رحمہ اللہ کی بابت چند ائمہ کرام کے اقوال:

امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۶۱ھ)

''شَـامـي، تَـابِعِيّ، ثِقَة'' ''اسماعیل بن عبید اللہ شامی، تابعی اور ثقہ ہیں'' [معرفة الثقات بتحقیق عبد العلیم البستوی:۲۲٦/۱، ت:۹۳]

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ)

''مِنْ ثِقَاتِ الشَّامِيِّينَ وَعُلَمَائِهِمُ الْكِبَارُ'' ''اسماعیل بن عبید اللہ شام کے ثقات اور اُن کے کبار علمائے کرام میں سے ایک ہیں'' [تاریخ الإسلام بتحقیق بشار عواد:٦١٤/۳، ت:۱٥]

امام حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ)

''ثقة'' ''آپ ثقہ ہیں'' [تقریب التهذیب بتحقیق محمد عوامة ،ص:۱۰۹، ت:٤٦٦]

مزید اقوال کے لیے دیکھیں:[تهذیب الکمال للمزی بتحقیق بشار عواد:۱٤۳/۳، ت:٤٦٥]

☆ (راوی نمبر:۱۵) فلیح بن سلیمان المدنی رحمہ اللہ

نام ونسب: ابویحییٰ فلیح بن سلیمان بن ابوالمغیرہ المدنی الاسلمی رحمہ اللہ

اساتذہ: آپ کے چند اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) امام محمد بن مسلم ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ (۲) امام ابوحازم سلمہ بن دینار المخزومی رحمہ اللہ

(۳) فقیہ سعید بن الحارث الانصاری رحمہ اللہ

تلامذہ: آپ کے چند شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ (۲) امام ابوداؤد الطیالسی رحمہ اللہ

(۳) امام ابو عامر عبد الملک بن عمرو العقدی رحمہ اللہ

وفات: ۱۶۸ھ

امام دارقطنی رحمہ اللہ موصوف کے بھائی عبد الحمید بن سلیمان کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

''**واخوه ثقة**'' ''عبد الحمید کے بھائی فلیح بن سلیمان ثقہ ہیں'' [الضعفاء والمتروكون بتحقيق موفق بن عبد الله: ص:۲۸۲، ت:۳۵۱]

راقم کہتا ہے کہ فلیح بن سلیمان المدنی رحمہ اللہ کا ترجمہ ''الکمال للمقدسی'' اور ''تہذیب الکمال للمزی'' میں موجود ہے لیکن امام مقدسی اور امام مزی رحمہما اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کی توثیق کا ذکر نہیں کیا ہے اور نا ہی امام ابن حجر رحمہ اللہ نے ''تہذیب التہذیب'' میں کیا ہے۔

آپ رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد وغیرہ کے راوی ہیں۔

دیکھیں: [الكمال للمقدسي بتحقيق شادي: ۱٦٩/۸، ت:٥٠٦٦، وتهذيب الكمال للمزي بتحقيق بشار: ۳۱۷/۲۳، ت:٤٧٧٥، وتهذيب التهذيب: ۳۰۳/۸، ت:٥٥٣، الناشر: مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند]

فلیح بن سلیمان المدنی رحمہ اللہ کی بابت چند ائمہ کرام کے اقوال:

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ):

''**من متقني اهل المدينة وحفاظهم**'' ''اہل مدینہ کے متقن اور حفاظ لوگوں میں سے تھے'' [مشاهير علماء الامصار بتحقيق مرزوق على ابراهيم: ص:۲۲٥، ت:۱۱۱۷]

امام ابو احمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۵ھ):

''**وهو عندي لا باس به**'' ''میرے نزدیک فلیح میں کوئی حرج نہیں ہے'' [الكامل في ضعفاء الرجال بتحقيق عادل احمد ورفقائه: ۱٤٤/۷، ت:۱٥٧٥]

امام حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ):

''**فليح وهو مضعف عند ابن معين والنسائي وابي داؤد ووثقه آخرون فحديثه من قبيل الحسن**'' ''فلیح بن سلیمان ابن معین، نسائی اور ابوداود رحمہم اللہ کے نزدیک ضعیف ہیں اور دوسرے ائمہ کرام نے ان کی توثیق کی ہے۔ لہٰذا ان کی حدیث حسن کے قبیل سے ہے'' [فتح الباري، تحت الحديث: ۹۸٥]

مزید اقوال اور تفصیل کے لیے دیکھیں، راقم کا مضمون: فلیح بن سلیمان المدنی رحمہ اللہ، جرح وتعدیل کے میزان پر۔

جاری ہے.........................

عمرہ کا مختصر اور آسان طریقہ

ترتیب : شیخ عبدالشکور بن عبدالحق مدنی / حفظہ اللہ

چند اصطلاحات

- **رکن:** حج یا عمرہ کا سب سے اہم اور لازمی حصہ جس کے چھوٹنے سے وہ عبادت ادا نہیں ہوگی اور اس کی بھرپائی کی بھی کوئی صورت نہ ہوگی، جیسے طواف افاضہ، عرفہ میں وقوف وغیرہ۔
- **واجب:** حج یا عمرہ کا اہم حصہ یا حصے جس کے چھوٹنے پر ایک بکری بطور فدیہ مکہ میں ذبح کرنے پر اس کی بھرپائی کی جا سکتی ہے اور فدیہ دینے کے بعد حج یا عمرہ مکمل ہو جائے گا۔
- **سنت:** وہ عمل جسکا کرنا بہتر اور ثواب کا ذریعہ ہے، اگر چھوٹ جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں جیسے پہلے طواف میں اضطباع اور رمل کرنا وغیرہ۔

عمرہ کے ارکان: 3

1. دل میں عمرہ کی نیت کرنا۔
2. خانۂ کعبہ کا طواف کرنا (مکمل 7 چکر لگانا)۔
3. صفا و مروہ کی سعی کرنا۔ (سات چکر لگانا، صفا سے مروہ ایک چکر مانا جاتا ہے گویا آخری چکر مروہ پر ختم ہوگا)

عمرہ کے واجبات: 2

1. میقات سے عمرہ کی نیت کرنا۔
2. سعی کے بعد سر کے بال منڈانا یا چھوٹا کرانا، عورت چوٹی کے آخر سے انگلی کے ایک پور کے برابر بال کاٹے گی۔

عمرہ کے اعمال: 4

1. میقات پہونچ کر احرام کے کپڑے پہن کر (لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ عُمْرَةً) کہتے ہوئے دل سے عمرہ کی نیت کرے اور مکہ تک تلبیہ (لبيكَ اللهمَّ لبيكَ، لبيكَ لا شريكَ لكَ لبيكَ، إنَّ الحمدَ والنِّعمةَ لكَ والملكَ، لا شريكَ لكَ) پڑھتے رہے۔
2. مکہ پہونچ کر مسجد حرم میں داخل ہو اور مرد حضرات اضطباع کر لیں (داہنا کندھا کھلا رکھیں اور چادر کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈالیں) پھر حجر اسود سے بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہوئے خانۂ کعبہ کے سات چکر لگائیں، مرد پہلے 3 چکروں میں رمل کرے یعنی ذرا سینہ تان کر تیز چلے، ساتوں چکروں میں عام دعائیں کریں البتہ حجر اسود سے پہلے والے کنارے اور حجر اسود کے درمیان " رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ " پڑھیں، ہر چکر میں ممکن ہو تو حجر اسود کو بوسہ دیں یا ہاتھ سے چھوئیں ورنہ اشارہ کریں اور حجر اسود سے پہلے والے کنارے کو صرف چھوئیں نہ تو بوسہ دیں نہ دور سے اشارہ کریں۔ طواف مکمل ہونے پر مقام ابراہیم کے پیچھے کہیں بھی طواف کی 2 رکعت سنت ادا کریں۔ ممکن ہو تو زمزم پئیں اور پھر حجر اسود کو بوسہ دیں یا چھوئیں۔
3. پھر صفا کی طرف جائیں وہاں پہونچ کر خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے 3 دفعہ یہ دعا پڑھیں (لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ) اور بیچ میں اپنی دعائیں کریں۔ پھر مروہ کی طرف چلیں جب ہری لائٹ آئے تو مرد تیز چلیں اور جہاں ہری لائٹ ختم ہو جائے تو معمول کے مطابق چلیں۔ مروہ پر پہونچ کر اسی طرح دعا کریں جیسے صفا پر کی تھی، پھر صفا کی طرف جائیں، اس طرح ساتواں چکر مروہ پر ختم ہوگا۔
4. سعی کے بعد مرد سر منڈا لے یا سر کے بال چھوٹے کرا لے، عورت ایک انگلی کے پور کے برابر چوٹی کے اخیر سے کاٹ لے، اب عمرہ مکمل ہو گیا۔

Date of Publication : 1st of Every Month
RNI No.-MAHURD/2011/49433 Postal Registration No. : MCE/281/2022-24
Posted on 4th and 5th of Every Previous Month

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی کا تعاون کریں۔ آیئے اس دعوتی کام میں ہمارا ساتھ دیں۔

الحمدللہ اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی (IIC-Mumbai) ہندوستان کا ایک معروف دعوتی، تعلیمی، رفاہی ادارہ ہے، جو سن ۲۰۰۴ء سے مستند علمائے کرام کی نگرانی اپنی سرگرمیاں انجام دے رہا ہے، اس ادارہ کے مختلف شعبے ہیں، سماج کے تمام طبقات ''بچے، نوجوان، مرد وخواتین'' تک اسلامی تعلیمات پہنچانا اور اسلام سے متعلق شکوک وشبہات کو دور کرنا ہمارا مشن ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں سے اپیل کی جاتی ہے اس ادارہ کا زیادہ سے زیادہ تعاون کریں۔ جزاکم اللہ خیرا واحسن الجزاء

- اسلام واٹس اپ ہیلپ لائن 8080807836 8080801882
- اسلام فون ہیلپ لائن 8080807836 8080801882
- دعوہ ڈیسک وزیٹر (کرلا، اندھیری)
- تحریری فتویٰ
- گھریلو جھگڑوں کی کاؤنسلنگ
- ہفتہ واری اجتماعات
- جمعرات شب زوم کانفرنس
- سالانہ کانفرنس
- zoom آن لائن کورسیز و دروس زوم ایپ پر
- Online University آئی آئی سی اوپو Online University
- سوشل میڈیا @ iic mumbai
- سالانہ کوئز
- فری قرآن تقسیم
- ماہانہ میگزین ''اہل السنۃ''
- ماہانہ راشن کٹ کی تقسیم
- میڈیکل ہیلپ
- خواتین کا تعلیمی ودعوتی شعبہ
- بچوں کے لئے صفہ اسلامک کلاسیز
- کتابوں اور پمفلیٹ کی طباعت

PLEASE SUPPORT US

| Account Name : ILM Foundation | Account No. : 102801002071
| IFSC Code : ICIC0001028 | MCR Code : 400229097
| Bank Name : ICICI Bank (Savings)
| Branch : Andheri Link Road, Mumbai

QR CODE - For All Online Bank, UPI Apps Transfer

If Undelivered Please Return To

Ahlus Sunnah

Managed by : ILM Foundation

To,

Book Post

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882